سنسنی ناول

دیارِ صبح کے اُجالوں میں

نایاب جیلانی

ساتواں حصہ

پھر واقعی ہادی بدل گیا تھا۔ اس کی پہلے والی گم شدہ چونچالی واپس آگئی تھی۔ گو کہ یہ چونچالی طنز کے ورق میں لپٹی ہوا کرتی تھی جسے محض اسما ہی محسوس کر سکتی تھی۔ اماں اور پھولن دیوی تو لطف اندوز ہو، ہو کر... بے حال ہوئی جاتیں۔ اماں بہت خوش تھیں۔ ان کا پرانا ہادی لوٹ آیا ہے۔ لیکن وہ یہ نہیں جانتی تھیں کہ ان کا ہادی کس سازش کے تحت لوٹا ہے۔ بہر حال جو بھی تھا...... ایک مرتبہ پھر کافی عرصے بعد گھر کی فضا...

خوشگوار ہوگئی تھی...... یوں لگتا تھا جیسے ہادی نے اپنی موجودہ زندگی سے سمجھوتا کرلیا ہے...... اس کی اس تبدیلی کی رپورٹ مانسہرہ تر کی اور کھوٹا تک پہنچادی گئی تھی۔ سو فرداً فرداً اس کے دونوں بھائیوں، دونوں بھابیوں اور دونوں بہنوں کی کال آنا شروع ہوگئی تھیں۔ وہ سب اسے نئی زندگی کے آغاز کی مبارک باد دے رہے تھے۔ بہت خوش ہو رہے تھے اور اس کے عقل مندانہ فیصلے کو سراہ رہے تھے۔ صائم نے تو مارے جوش میں یہ تک کہہ دیا تھا۔

''ہادی! جب میں دوبارہ آؤں ناں...... تو ڈھیر سارے بچے مجھے چیاؤں، پیاؤں، میاؤں کرتے دکھائی دیں...... اور تایا، تایا کہتے مجھ سے لپٹ جائیں۔'' صائم کی فرمائش پہ ہادی دانت پیس کر... بہ مشکل مسکرا کر پوچھ رہا تھا۔

''یعنی ایک سال میں تم مجھ سے کتنے بچوں کی ڈیمانڈ کرتے ہو؟'' اس کا انتہائی معصومانہ سوال سن کر صائم نے ترنت جواب بھی دے دیا تھا۔

''چھ کی...... یہ کم از کم ہیں۔ زیادہ سے زیادہ جتنے بھی۔'' وہ ہنس' ہنس کر اپنی فرمائش نوٹ کروا رہا تھا۔ صائم بچوں کے لیے اتنا ہی ٹچی تھا کیونکہ وہ خود اس نعمت سے محروم تھا۔

''تم نے ''ہمیں'' جانور تو نہیں سمجھ رکھا؟'' ہادی نے دل ہی دل میں اسے موٹی سی گالی دے کر بظاہر ہنس کر مدھم آواز میں کہا۔ اس کا لہجہ دھیما پڑ گیا تھا۔ ہمیں سے مراد یعنی اسما اور وہ خود تھا...... اسما کو جیسے غش آنے لگا...... وہ اپنے فرشی بستر پر محوِ استراحت تھی...... اور ہادی پورے بیڈ پر پھیل کر بھائیوں سے گپ شپ انجوائے کر رہا تھا۔ اس کی گفتگو سے اسما کو اندازہ ہو رہا تھا۔ ان کے درمیان کیا باتیں چل رہی تھیں۔

وہ مارے خفت و شرم سے جھنجلا کر کروٹ بدل چکی تھی۔

''بہت بڑا ڈرامے باز ہے یہ...... جانے کس منصوبے کے تحت سارے گھر والوں کو منٹوں میں رام کرلیا...... لگتا ہے یہ کوئی ڈبل گیم کھیلے گا...... باہر کچھ اور اندر کچھ...... اس میں بھی بہتری کے آثار ہیں، کم از کم... میں دوسروں کی نگاہوں میں سوالیہ نشان بننے سے تو بچ جاؤں گی...... اور کیا پتا، بظاہر مجھے سب کی نگاہوں میں اپنا کر ہادی نے سمجھوتے کی کوئی راہ نکال لی ہو؟ یہ بھی تو ایک خوش آئند عمل ہے۔ مجھے سمجھوتا نما یہ زندگی بھی قبول ہے، کم از کم بابا اور عاشر تو مطمئن رہیں گے۔''

اسما کی سوچیں منفی ہونے سے پہلے ہی مثبت سمت میں بہنے لگی تھیں۔ معاً ہادی کی آواز نے اسے پھر سے اپنی طرف.... متوجہ کرلیا تھا۔

''میں تمہاری ''خواہش'' پہ غور وفکر کرتا ہوں...... تم میرے آنے والے بچوں کے اخراجات کا بار اٹھالو کیونکہ بابا جو مجھے تنخواہ دیتے ہیں اس میں تو صرف چوسنیاں اور فیڈر آئیں گے۔ باقی دودھ، ڈائپرز، سیریل وغیرہ کا خرچہ کہاں سے لاؤں گا؟'' ہادی نے اتنے غم زدہ، متفکر انداز میں بات کی تھی جیسے واقعی وہ اسی غم میں گھلتا جا رہا تھا کہ اخراجات بڑھ گئے تو کہاں سے خرچہ پورا کرے گا۔

''تو غم نہ کھا...... تیرے آدھے بچوں کا میں خرچہ اٹھاؤں گا۔ آدھے بچوں کا فدا اٹھالے گا...... آدھے بچوں کو بابا کے کھاتے میں ڈال دیں گے اور جو باقی بچے ان میں سے......'' صائم اس کی پریشانی اور تفکر کو جان کر فوراً سینہ تان کے میدان میں کود پڑا تھا۔ پھر اس کے مشوروں کو سن کر ہادی اش اش کر اٹھا۔

''اور جو باقی بچے ان کو یتیم خانے میں چھوڑ آئیں گے، ہے ناں......! بے غیرت! ذرا حیا نہ آئے گی تجھے، میرے معصوم نونہالوں کو میری زندگی میں ہی یتیم خانوں میں دھکے کھانا پڑیں گے۔ تف ہے تم دونوں پہ...... جو بڑے چچاؤں کے نام پر دھبا ہوگے۔ ارے تم کہو، ہم جو باقی بچے انہیں بھی آپس میں بانٹ لیں گے۔'' ہادی نے اسے بری طرح سے گھر کا تو وہ اسے غیرت دلاتا تپ اٹھا تھا۔

''کمینے، ایک آدھ بھی نہیں پال سکو گے۔''

"نہیں، ہمیں "مزید" یہ بھی غور وفکر کرنا ہوگا۔"

ہادی کے الفاظ اسما کو مارے شرم وغصے کے تپانے کے لیے کافی تھے...... مسئلہ یہ تھا، وہ سوتی بن کر پڑی تھی۔ بیچ میں بول نہیں سکتی تھی۔ ورنہ ہادی کو مزہ چکھا دیتی۔

اللہ، اللہ کر کے فون بند ہوا تو ہادی نے موبائل اٹھا کر صوفے پر اچھال دیا تھا...... اسما کے کانوں میں واضح آواز پہنچی تھی پھر وہ زیرِلب بڑبڑاتا اپنا غصہ نکالتا رہا۔

"صائم! تو ترکی جا کر، عزہ سے بیاہ کے بھی کھوتا ہی رہا۔ آفرین ہے تیرے کھوتے دماغ پر بچوں کے بارے میں اتنی لمبی فرمائشی لسٹ لکھوا دی۔ یہاں پہ ایک بھی سوچنا محال ہے...... لاحول ولاقوۃ......" ہادی نے کلس کر تکیہ درست کیا تو اچانک محتاط اندز میں ہلتی ہوئی اسما پر نگاہ پڑی تھی۔

وہ لحہ بھر کے لیے ٹھٹک گیا تھا...... کچھ دیر قبل صائم سے بات کرتے ہوئے وہ اس کی موجودگی کو قطعاً فراموش کر چکا تھا۔ اب جو نظر پڑی تو خیال آیا۔ پھر وہ کچھ سوچ کر بستر سے اتر کر نیچے آیا تھا۔ ننگے پاؤں دبے قدموں چلتا ہوا وہ اسما کے قریب دو زانو بیٹھ گیا تھا۔ اسما اسے غیر متوقع اپنے قریب آتا دیکھ کر اندر ہی اندر ہڑبڑائی تھی۔ تاہم اس نے ظاہر ہونے نہیں دیا تھا کہ وہ جاگ رہی ہے۔

کچھ دیر تک ہادی وہیں بیٹھا رہا...... پھر اس نے اسما کی آنکھوں کے سامنے اپنا ہاتھ لہرایا تھا۔ اسے تھوڑا شک سا پڑا تو موبائل اٹھا کر اس کی ٹارچ آن کر لی تھی۔ اب ٹارچ کی روشنی سیدھی اسما کے چہرے پر پڑ رہی تھی۔ اس سے مزید اداکاری محال ہو گئی تھی۔ ہادی بھی اس کی لرزتی پلکوں کی جنبش کو پا گیا تھا۔ وہ گہری سانس کھینچتا پیچھے ہٹا تو اسما نے پٹ سے آنکھیں کھول کر اس پر چڑھائی کر دی تھی۔

"یہ کیا بدتمیزی تھی؟"

"کون سی؟" وہ بیڈ کے کنارے پر ٹک کر ٹانگیں نیچے لٹکا کے بیٹھ گیا تھا۔ اسما کو جاگتا پا کر اسے اپنی کچھ دیر قبل کی گفتگو پر خجالت ہو رہی تھی۔ اس لیے اس کا لہجہ دھیما تھا۔

"یہ منہ پر ٹارچ مار کے ایکسرے کرنے کی۔"

اسما نے تنک کر پوچھا تو وہ آئیں بائیں کرنے لگا۔

"تم نے کوئی سپنا دیکھا ہوگا۔ سپنوں میں بھی تمہیں میں ہی دکھائی دیتا ہوں۔ تمہارے قریب بیٹھا ہوا، تمہارا اپنی آنکھوں سے ایکسرے کرتا ہوا۔" اس نے سنبھل کر مذاق اڑانے والے انداز میں کہا۔ اسما اس کے مسکرانے پر تاؤ کھا کر رہ گئی۔

"مجھے چکمہ دینے کی ضرورت نہیں......" وہ بگڑ کر بولی۔

"تمہیں کوئی چکمہ دے سکتا ہے؟ تم تو خود میٹر گھما کر رکھ دیتی ہو۔" اس کا انداز گہرا اور کاٹ دار قسم کا تھا۔

"جس دن اصل میں آپ کا میٹر گھمایا، اس دن آپ کو پتا چل جائے گا۔ ابھی میں آپ کا لحاظ کر رہی ہوں۔" اسما کا انداز دھمکانے والا تھا۔ ہادی کا غصہ بھی عود آیا۔

"تم نے جو توپ چلانی ہے چلا کر دکھا دو۔"

"میری "توپوں" کا رخ بھی برداشت نہیں کر پائیں گے کجا کہ اگر چلا دی تو......؟" وہ معنی خیزی سے بولی تو ہادی استہزائیہ مسکرا دیا تھا۔

"یہ دھمکیاں کسی اور کو دینا......" اس نے ناک پر سے جیسے مکھی اڑائی تھی...... پھر کچھ خیال آنے پر بولا۔ "یہ جو تم سپنوں میں مجھے قریب بیٹھا دیکھ رہی ہوں اس سے باز آجاؤ......" اب وہ جان کر ثابت کرنے پر تلا ہوا تھا کہ وہ اسما کے قریب بیٹھنے کا گناہ کرنے والا نہیں تھا۔ دوسرے معنوں میں اسما کو یقین دلانا چاہتا تھا کہ اس نے یہ حرکت نہیں کی۔

"آپ بھی میرے منہ پر موبائل کی روشنی مار کر یہ دیکھنے سے باز آجائیں کہ میں سو رہی ہوں یا جاگ رہی ہوں۔" اس کے ترنت جواب نے ہادی کو لحہ بھر کے لیے گڑبڑا دیا تھا۔

"اور تم میری...... اور میری اماں کی باتیں چھپ، چھپ کر سننے سے پرہیز کرو......" ہادی نے بھی

چند دن قبل والا واقعہ دُہرایا تھا۔ جب اسما نے اماں اور ہادی کی گفتگو باہر کھڑے ہو کر غیر دانستہ اور کچھ دانستہ سن لی تھی۔ اسما کے چہرے کا رنگ واضح طور پر بدلا تھا۔ ہادی فاتحانہ انداز میں مسکراتا ہوا اسے لاجواب کر کے دوبارہ اپنے گرم بستر میں گم ہو گیا تھا جبکہ اسما کی پوری رات دوبارہ آنکھ نہیں لگ پائی تھی۔

ہادی کا مزاج ایسا ہی تھا دھوپ چھاؤں سا...... تاہم دونوں نے سمجھوتے کے خاموش ایگری منٹ پر سائن کر لیے تھے...... گوکہ ہادی نے اسے کسی بھی طرح قبول نہیں کیا تھا پھر بھی زندگی کی گاڑی کو دونوں ہی نے گھسیٹنا شروع کر دیا تھا۔

اسما پوری ذمے داری کے ساتھ اماں، بابا اور ہادی کی ضروریات کا خیال رکھ رہی تھی۔ ان کے لیے اچھے سے اچھا کھانا پکاتی، گھر کی تزئین و آرائش کا دھیان رکھتی...... پھولن دیوی کا آدھا بوجھ اسما نے خود اٹھا لیا تھا۔ گھر کی چمک دمک اور رونق لوٹ آئی تھی۔

عرصے بعد گھر ایک گرہستن کی وجہ سے پھر اپنی اصلی صورت میں پلٹ آیا تھا۔

ہادی اور اسما کی تکرار اور منہ ماری بھی روزانہ کا معمول تھی۔ دونوں اپنی، اپنی بھڑاس اچھی طرح نکال کر کمرے سے باہر ایک محبت کرنے والے میاں، بیوی کا رول پلے کرنے لگے تھے اور ان... کوششوں میں دونوں کا برابر ہاتھ تھا۔ ہادی اپنی طرف سے اماں، بابا کو بھرپور مطمئن کر رہا تھا، دوسری طرف اسما بھی اپنے حسنِ عمل سے سب بہترین ہونے کا سگنل دیتی۔

اس صبح اسما کچن میں ناشتا بنا رہی تھی جب ہادی کی اونچی پکار پہ پھولن دیوی کے ہاتھ سے اچار کی بوتل گری اور اسما کے ہاتھ سے آٹے کا پیڑا۔

''الٰہی خیر......'' پھولن دیوی نے سینے پر... دو ہتھڑ مار کر مارے گھبراہٹ میں ٹوٹی بوتل کی کرچیاں اٹھائیں تو ایک مرتبہ پھر اندر سے ہادی کی اونچی پکار سنائی دی۔

''دیوی جی! کیا کر دیا...... اللہ کرے، آپ کا کچھ نہ رہے...... آپ پر یہ موٹاپا روز بروز چڑھے۔ آپ سے چلنا تو کیا ہلنا بھی دشوار ہو۔ اللہ کرے.... دلدار خان کسی اور سے دل لگا لے۔ خان کی یادداشت لوٹ آئے اور وہ آپ کی محبت سے انکاری ہو جائے۔''

ہادی کی لمبی غراہٹ نما تقریر پہ اسما نے دہل کر پھولن دیوی کو مخاطب کیا تھا۔

''کیا کر آئی ہو پھولن دیوی......! بچنے کے آثار نہیں لگتے۔'' اسما کے پوچھنے کی دیر تھی دیوی جی نے پھر سے سینے پر ہتھوڑ مارا...... اسے بہت کچھ یاد آ گیا۔ وہ ہادی کا تیسرا نہیں، چوتھا نہیں، آٹھواں نیا موبائل مشین میں دھو چکی تھی۔

''اوئی میں کرموں جلی مر گئی۔'' اس نے اپنے ماتھا بھی پیٹ ڈالا تھا لیکن اس کی کراہ سینے میں دبی رہ گئی...... اندر سے ایک مرتبہ پھر غراتی ہوئی آواز وہاں تک آئی۔

''دیوی جی! اپنا انجام سوچ رکھو...... آج میرے ہاتھوں سے سلامت نہیں بچو گی۔ تمہارے پاس پورے پانچ سیکنڈ کا وقت موجود ہے۔ سوچنے میں لمحہ بھی مت لگاؤ۔ تم کون سی قسم کا انتخاب کرتی ہو مرنے کے لیے آپشن میرے پاس بہت ہیں۔ تمہیں گلے میں پھندا... ڈلوانا ہے، نیلا تھوتھا کھانا ہے یا چھت سے تمہیں دھکا دیا جائے؟ اس میں بچنے کے چانسز بھی بے شمار ہیں۔ اس کو رہنے دو...... میں تمہیں ایک ہی جھٹکے میں اوپر پہنچا دوں گا۔ جس طرح تم ایک ہی جھٹکے میں میرے اتنے بڑے، بڑے نقصان کر چکی ہو۔ اگرچہ یہ زہر کا گھونٹ ہے پر مجھے دلدار خان کی زندگی تمہارے عتاب سے بچانے کی خاطر بھرنا پڑے گا...... دیوی جی! آج تمہیں میرے ہاتھوں مرنا ہی پڑے گا۔'' ہادی کی آواز لحظہ بہ لحظہ قریب آتی جا رہی تھی اور ایسے ہی پھولن دیوی بھی لحظہ بہ لحظہ گیلری، لاؤنج، برآمدے اور صحن سے باہر نکلتی جا رہی تھی۔

جب تک ہادی خونخوار تیور لیے کچن میں داخل ہوا پھولن دیوی اپنے کوارٹر میں جا کر بند ہو چکی تھی۔

"کہاں ہے وہ چالیس من کی ہیروئن! خوراک
کی دشمن، روٹیوں کی ویرن...... بوٹیوں کی عاشق
...... آج میں اسے زندہ نہیں چھوڑوں گا۔" ہادی کے
تیور دیکھ کر اسما کو احساس ہو گیا تھا کہ پھولن دیوی ایک
مرتبہ پھر کوئی عظیم گڑبڑ کر چکی ہے۔

"آپ کو کچھ چاہیے ہے ہادی......" اس نے جان
بوجھ کر اس کے غصے کو نظر انداز کر کے حلاوت سے پوچھا۔

ہادی نے تن فن کرتے اسے دیکھا۔

"تم کیا دو گی مجھے......؟" وہ جلے کٹے لہجے
میں بولا۔ وہ متواتر پھولن دیوی کو تلاش کر رہا
تھا...... لیکن پھولن دیوی کوئی سوئی تو تھی نہیں جو نظر نہ
آتی...... وہ کچن میں کہیں تھی ہی نہیں۔

"میں وہ سب کچھ دے سکتی ہوں جو میرے
دائرۂ اختیار میں ہے۔" اسما کا لہجہ پُرنم اور بوجھل
ہو گیا۔ "آپ مانگ کر تو دیکھیں......؟" اس کا دل بھی
بوجھل ہو گیا۔ لبالب بھر گیا...... ہادی نے حتی المقدور
اسے گھورنا چاہا پھر انداز اور اور لہجہ بدل کر نرم ہو گیا۔
اسی نرمی اور ملائمت سے اس نے عجیب انداز میں اسما
سے کہا۔

"میری سب "چوری" ہوئی خوشیاں لوٹا سکتی ہو؟
جو تم نے چرالی ہیں۔" ہادی کے الفاظ اسما کے دل کو
ترازو کر گئے تھے۔ وہ لمحوں میں ڈھے سی گئی تھی۔

ہر روز جو نئی امنگیں اور ہمتیں مجتمع کر کے نئے دن
کا آغاز کرنے کی کوشش کرتی ہادی کے صرف ایک ہی
وار میں ہر کوشش، ہر امنگ، ہر امید کا کانچ ٹوٹ کر بکھر
جاتا...... تب اسما بے بس ہو جاتی، لاچار ہو جاتی......
بے قابو ہو کر اپنا ضبط کھو دیتی تھی۔

وہ ہادی کو کیسے بتاتی، کس طرح سے وضاحت
دیتی؟ اگر وہ حقیقت کھول بھی دیتی تو کیا گارنٹی تھی ہادی
سب کچھ رفع دفع کر دیتا؟ اس نے لازماً انتقام لینے
کے لیے گلناز تک پہنچنا تھا اور پھر سب کچھ بکھر کر تباہ
ہو جاتا۔

☆☆☆

بغیر دستک دیے کمرے میں داخل ہونا ہادی کا
معمول تھا۔ وہ مرضی سے آتا مرضی سے جاتا۔ اپنا کمرا
تھا سو اجازت کی کیا بات تھی؟ اس دن وہ اپنی ہی
جھونک میں گنگناتا ہوا کمرے میں داخل ہوا تو اسما بھی
اسی پل نہا کر واش روم سے باہر آئی تھی۔ اس نے
بالوں کے نیچے تولیا پھیلا رکھا تھا۔ اور اس کے لمبے،
لمبے لچھے دار گھنگھرالے بال پوری پشت پر بکھر کر عجیب
پیچ و خم میں الجھ رہے تھے۔ وہ اپنے ہی دھیان
میں بے نیازی ڈریسنگ تک آئی تھی۔ پھر اس نے تولیا
ہٹا کر بالوں کو سلجھانا شروع کیا تھا۔

اس کا متناسب بھرا، بھرا سراپا ہادی کو بوکھلانے،
ہڑبڑانے اور گھبرانے پر مجبور کر چکا تھا۔ اس کی دلی
کیفیات عجیب ہو گئی تھیں پر وہ خود کو بڑے قرینے سے
سنبھالتے ہوئے گلا کھنکھار کر اسما کو اپنی موجودگی کا
احساس دلا رہا تھا۔ اور اسما گردن موڑ کر ایسی حواس
باختہ ہوئی کہ بیڈ پر گرائے تولیے کو اٹھا کر اپنا سر ڈھکنے
کی کوشش کرنے لگی۔

بغیر دوپٹے کے یا کھلے سر کے ساتھ پہلی مرتبہ
ہادی نے اسے دیکھا تھا۔ سو یہ دیکھنا، نظر انداز کرنے
والی سچویشن کے زمرے میں نہیں آتا تھا۔ اس کے
حواس قدرے ٹھکانے پر آئے تو اس نے اپنا موبائل،
چابیاں اور والٹ وغیرہ میز پر رکھا۔

اسما خاصی ناراض، ناراض کھڑی تھی اور ہادی
جان بوجھ کر اسے نظر انداز کر رہا تھا۔ جیسے دل پر کوئی
واردات نہ گزری ہو یا دونوں کے درمیان ایک ان
چھوا سا لمحہ بھی نہ پھسل کے گرا ہو۔

کافی دنوں سے دونوں "ٹکراؤ" سے بچ رہے تھے۔
ایک کمرے میں یوں سوتے جیسے دونوں ایک کمرے
کے کرائے دار ہوں۔

ہادی کا وہی معمول تھا۔ کبھی اجنبی، کبھی آشنا، کبھی
دشمن اور کبھی متنفر...... موڈ ہوتا تو بات کرتا ورنہ کئی، کئی
دن بلاتا نہیں تھا...... اسما اس کی ساری ضروریات کا خود
سے خیال رکھتی...... اس کی ہر ضرورت بن کہے پوری

کر دیتی...... اس کے کھانے، پہننے اور سونے کا خیال ...... گو کہ ہادی نے کبھی اسے اپنی ضرورت کے لیے نہیں کہا تھا۔ اسما خود بخود اس کی ضروریات پہ نظر رکھتی تھی...... تاکہ ہادی کو شکایت کا موقع نہیں ملے۔ اس دن کے بعد اسما نے کپڑے بھی خود دھونے شروع کر دیے تھے۔ کیونکہ دیوی جی بغیر جیبوں کی تلاشی لیے ہر مرتبہ لاکھوں کا نقصان کر دیتی تھی۔ موبائل، پیسے، چابیاں، کاغذ کچھ بھی ہوتا مشین کے چکر میں ڈھل دھلا کر اپنی اصلیت کھو دیتا تھا۔

اماں اور بابا کے سمجھانے پر اسما کو آنے والے اچھے دنوں کی بڑی امید تھی۔ اسی لگن میں وہ ہادی کا ہر برا رویہ سہہ جاتی۔ ہر زہریلی بات کو پی لیتی...... ہر زخم کو برداشت کر لیتی۔ وہ ہادی کی خدمت گزاری میں اپنا من، تن، دھن لٹا رہی تھی۔ صرف اس امید پر کہ اماں' بابا کی ساری کہی باتیں ایک دن سچ ہو جائیں گی۔ ہادی اسے اپنا لے گا، اپنی بیوی کی جگہ دے گا۔ اپنے دل کے ایک کونے میں اسے ٹھکانا فراہم کر دے گا...... ایک دن سارے خواب، سارے خیال سچ ہو جائیں گے۔ اور ہادی کو یقین آجائے گا جو کچھ بھی اس کے ساتھ انسانیت سوز چال چلی گئی تھی...... اس میں اسما کا کوئی قصور نہیں تھا۔

''آئینے میں اپنے حسنِ جہاں سوز کو دیکھ، دیکھ کر دل بھر گیا ہو تو ایک کپ چائے کا سوال ہے...... اگر نہ بھرا ہو تو چائے بنانے کے بعد بقیہ ماندہ شغل پورا کر لینا...... یعنی اگلی قسط میں۔'' اسما اپنے ہی خیالوں میں گم تھی جب ہادی نے گلا کھنکھار کر اسے اپنی طرف متوجہ کیا اور اپنے ازلی صاف گو، برجستہ اور شفاف انداز میں کہا۔ ہادی کے احساس دلانے پر اسما پر گھڑوں پانی پڑ گیا تھا...... وہ آئینے کے سامنے سے ہٹ گئی تھی۔ پھر منہ ہی منہ میں بڑبڑاتے ہوئے اپنا دوپٹا اوڑھنے لگی...... بال سمٹ چکے تھے۔ اور ہادی کے انداز بھی بدل چکے تھے۔

''یہ تم منہ ہی منہ میں مجھے کوسنے اور گالیاں کیوں دے رہی ہو؟ چائے نہیں بنانی تو نہ بناؤ...... گالیاں تو مت دو...... کوئی بات نہیں، دیوی جی کے ہاتھ کا...جو شاندہ پی لوں گا لیکن تم سے گالی نہیں سنوں گا۔'' ہادی نے ٹھنک کر کہا تو اسما کا اس الزام پر دماغ گھوم اٹھا۔

''میں نے کب آپ عالی حضرت کی شان میں گستاخی کی ہے؟'' وہ انتہائی خفگی سے پوچھ رہی تھی۔ ہادی نے اس کی بڑبڑاہٹ کا نکتہ اٹھایا۔ ساتھ موبائل پہ بھی شغل جاری تھا۔

''میں نے محسوس کیا ہے......'' شانِ بے نیازی سے کہا گیا۔ اسما کی آنکھوں میں استہزا اتر آیا۔

''اچھا...... تو جناب جی بھی کچھ محسوس کرنے لگے ہیں؟'' اس کا انداز گہرا کاٹ دار اور طنزیہ تھا۔ ہادی موبائل پہ ٹک، ٹک کرتا پوری جان سے اسما کی طرف متوجہ ہو گیا تھا۔

''کیوں؟ جناب جی، انسان نہیں؟ فولاد ہیں...... روبوٹ ہیں...... پتھر کے ہیں؟ کوئی جذبات اور کوئی... احساسات نہیں رکھتے......'' ہادی لمحوں میں سنجیدہ ہو گیا تھا۔ پھر اس نے باہر نکلتی اسما کو روک لیا...... وہ اس سے جواب لیے بغیر جان بخشی کرنے والا نہیں تھا۔

''مجھے کیا پتا......؟'' وہ ہادی کے روکنے پر رک گئی تھی۔ پھر کندھے اچکا کر بولی۔ ہادی کے تاثرات بدل گئے تھے۔ اس نے اپنا موبائل ہاتھ سے رکھ دیا تھا...... اب وہ بڑی گہری نظر سے اسما کو دیکھ رہا تھا۔ ایسی نظر جس میں واضح طور پر تپش تھی۔ اسما کو اپنے گال جلتے ہوئے محسوس ہوئے تھے۔

''تو کیا تم پتا لگوانا چاہتی ہو؟'' معاً ہادی کی آواز نرم ہوتی نہ ہوتی بوجھل سی ہو گئی...... وہ بیچ کا فاصلہ مٹاتا اس کے قریب آگیا تھا۔ اتنا قریب کے اس کی گرم سانسوں کی تپش اسما کے گالوں اور پیشانی کو جھلسا رہی تھی۔ اسما کا دل سینے کی حدود میں ٹکریں کھاتا بے قابو سا ہو گیا۔ اسے ہادی کے لب و لہجے میں کچھ خاص کچھ الگ اور انوکھا محسوس ہو گیا تھا۔ کیا اس کا نصیب اس پر

مہربان ہوگیا تھا؟

''آپ اس بات کی اجازت دیں گے؟'' اسما نے بڑی مشکل کے ساتھ اپنا اعتماد بحال کرتے ہوئے پوچھا۔ ہادی کو اس کے سوال اور ذہانت نے بے پناہ متاثر کیا۔ اسے امید ہی نہیں تھی، وہ براہِ راست اس سے یہ سوال کرے گی۔

ہادی کی آنکھوں کی چمک بڑھتی چلی گئی...... پھر اس نے اسما کے کندھوں کو دونوں ہاتھوں سے تھام کر بڑی گمبھیر آواز میں کہا تھا۔

''اگر میں کہوں ہاں تو پھر تم کیا کرو گی؟'' وہ اس کے گرد حصار بنا کر کھڑا تھا...... ارد گرد کے تمام رستے مسدود کر کے...... جیسے اسما کے لیے راہِ فرار کی کوئی گنجائش نہ رکھنا چاہتا ہو۔ اور اسما ایسے ساکت تھی جیسے سانس بھی لینے کا خیال نہ آرہا ہو اندر اس کے دل کی دھڑکنوں میں ایک بھونچال، ایک تہلکہ مچا ہوا تھا۔ یہ ہادی اسے آزما رہا تھا یا پھر وہ سچ مچ اپنا دل صاف کر کے اسما کی طرف پلٹنا چاہتا تھا۔ کیا وہ اتنی بلند بخت تھی؟ کیا وہ اتنی خوش نصیب تھی کہ روٹھی ہوئی قسمت کی پری نے اس پر اپنے سنہری پر پھیلا دیے کہ بھولے ہوئے گھروں کو بھی واپس آرہے تھے؟ یا جھلستی دھوپ میں بادلوں کے ٹکڑوں نے سایہ کر دیا تھا؟ یا اندھیروں نے چھٹ کر اجالا کر دیا تھا؟ یا پھر بہاروں نے واپسی کے سفر کا قصد کر لیا تھا۔ اسما کی کپکپاتی، تھرکتی پلکوں کے کناروں میں نمی اٹکنے لگی۔ اس کی آواز جھرجھرانے لگی۔ اس پر قیامت کی گھڑی آنے لگی۔

''تم جواب دے سکتی ہو؟'' وہ معنی خیزی سے سابقہ گمبھیر لہجے میں اس کے اعتماد کی بنیادوں کو ہلا رہا تھا۔ اس کو اسما کے اعتماد کی بنیادوں کو ہلانا آتا تھا۔ اسے اسما کو اپنے حصار سے باہر کرنا بھی آتا تھا۔ اسے اسما کا چین وسکون لوٹنا بھی آتا تھا۔

''تو میں ایک اور جیون خدا سے مانگوں گی جسے آپ کے نام کر سکوں......'' اسما کی دھیمی پُرنم آواز ہادی کی پوری ہستی ہلا گئی۔ وہ لمحہ بھر کے لیے منجمد رہ گیا۔ وہ اس کے لفظوں پر دم بخود تھا۔

اسے کئی پل لگے تھے خود کو سمجھانے میں...... سنبھالنے میں...... کچھ بولنے کے قابل کرنے میں...... یہ اسما نے کیا کہہ دیا تھا، ایک کھلتا ہوا سچ...... ایک جلتا بجھتا سا آس ونراس میں ڈولتا اظہار...... ہادی کے لیے اس کمرے میں کھڑا رہنا محال ہوگیا تھا...... اسما کا سامنا کرنا دشوار ہوگیا تھا۔ اس کے اندر یکایک شور بڑھنے لگ، آوازیں بڑھنے لگیں۔ یوں لگ رہا تھا، دل و دماغ کی نگری میں ایک زلزلہ آگیا ہے۔

☆☆☆

کشف کے فون پر فون آرہے تھے۔ وہ ان دونوں کو مانسہرہ آنے کی دعوت دے رہی تھی۔ اماں چاہتی تھیں ہادی اسی اتوار اسما کو ساتھ لے جائے...... لیکن ہادی ٹال مٹول سے کام لے رہا تھا۔

اس دن جو ''بے اختیاری'' کی ایک کیفیت اسما پر طاری ہوئی تھی اور اس نے ایک الہامی کیفیت میں ''اظہار'' کو لفظوں کا پیراہن پہنا کر خود کو بے مول کر دیا تھا۔ تب سے لے کر اب تک وہ ہادی سے کتراتی پھر رہی تھی۔ دونوں کا آمنا بھی کم ہو رہا تھا...... لیکن جب بھی موقع ملتا، ہادی اسے کچوکا لگانے سے باز نہیں آتا۔ کم تو وہ پہلے بھی نہیں تھا۔ اب تو اس کے ہاتھ اسما کی کمزوری آگئی تھی۔ جس سے فائدہ اٹھا کر وہ اپنے سارے جذبوں کی تسکین کر لیتا تھا۔

گو کہ ان کا رشتہ اب بھی ادھورا تھا۔ وہ نام کی حد تک میاں بیوی تھے۔ اصل حقیقت کیا تھی؟ یہ کوئی نہیں جانتا تھا۔ باقی سب لوگ بشمول اماں اور بابا سب اسی بات پر خوش تھے کہ ہادی اپنی ہٹ دھرمی سے باز آکر اسما کو اپنا چکا ہے۔ اسما نے بھی اپنے رویے سے کچھ بھی ظاہر نہیں ہونے دیا تھا۔

لیکن اس دن ہادی کا موڈ بری طرح سے آف تھا۔ جانے باہر کا غصہ تھا جو اسما بیچاری پر نکال دیا تھا۔ ویسے تو اسے غصہ اگلنے کے لیے کسی بہانے کی ضرورت نہیں ہوتی تھی۔ لیکن اس دن اسے بہانہ بھی میسر تھا اور موقع

بھی...... فیکٹری کا مال پنجاب سے خرید کر اُن کی فیکٹری تک پہنچانے والے کچھ بڑے ڈیلرز کی دعوت تھی۔

بابا نے ہوٹل وغیرہ کے بجائے انہیں گھر میں ہی کھانا کھلانے کا سوچا تھا...... اس ضمن میں اسما نے خاصی تیاری بھی کر لی تھی۔ جب وہ ایک ساتھ کئی ایک ڈشز سے نبرد آزما تھی تب پھولن دیوی نے اسما کو آ کر ہادی کا پیغام دیا۔

''پائی جان فرما رہے ہیں، تین کپ ودیا والی چائے بنا کر ساتھ کچھ لوازمات کے بیٹھک میں پہنچا دیں۔''

''کون لوگ آئے ہیں؟ انہوں نے بھی ابھی آنا تھا...... دیکھ تو رہی ہو۔ کوئی چولھا خالی نہیں...... مہمان پہنچنے والے ہیں۔ مجھے کھانا تیار کرنا ہے...... جانے یہ ہادی کیسے اٹھا کر لے آئے۔'' اسما کے سر پر جھنجلاہٹ سوار ہو گئی تھی...... بابا نے ابھی ابھی فون کیا تھا کہ کھانا ان کے آنے تک ٹیبل پر لگا ہو...... وہ بس پہنچنے ہی والے ہوں گے۔''

''ان کے یار دوست ہیں کوئی...... مجھے تفصیل نہیں پتا۔'' پھولن دیوی نے دانت نکوسے۔

''ہادی کے دوست بھی ہادی کی طرح ہوں گے۔ کسی نہ کام کے، ویلے نکمے...... اپنے گھروں سے کچھ ملتا نہیں جو منہ اٹھا کر روز آ جاتے ہیں۔'' وہ ہادی کے دوستوں سے ویسے بھی تپی بیٹھی تھی۔ پھر یہ کوئی خاص دوست نہیں تھے جو اُن کی اتنی تواضع کی جاتی...... اپنی گلی کے سلام دعا والے لڑکے تھے۔ جو ہادی کی طرح اِدھر اُدھر ٹائم پاس کرتے پھر رہے تھے۔

اب اسما کے فرشتوں کو بھی نہیں پتا تھا کہ پھولن دیوی اپنی موٹی عقل کا اتنا گھٹیا استعمال کرے گی۔

اس نے من و عن بیٹھک میں جا کر اپنا بھونپو آن کر دیا تھا۔ ہادی کی اپنے ''محلے داروں'' نکمے یاروں کے سامنے بے پناہ سُبکی ہوئی تھی۔ وہ مارے اہانت و غصے کے تب تو چپ کر گیا تھا لیکن جب وہ لوگ اسے کول کرنے کے سو، سو مشورے دے کر اپنے گھروں کو روانہ ہوئے تب ہادی بھی تن فن کرتا اندر آ گیا تھا۔

اسما تب بڑی مصروف تھی۔ اس کے پاس سر کھجانے کا بھی ٹائم نہیں تھا۔ کجا کہ ہادی کے نیلے پیلے چہرے پر توجہ کرتی، وہ مہمانوں کی تواضع میں مگن تھی۔ ان کے لیے کھانا لگایا۔ ڈشیں بھر بھر کے اندر بھجواتی رہی پھر کھانے کے بعد قہوہ اندر پہنچایا۔ مہمان جب رخصت ہوئے تب پانچ بج رہے تھے۔ وہ دوپہر کی دعوت بنانے میں مگن تھی...... اور تقریباً سب ہی ناشتے کے بعد سے بھوکے بیٹھے تھے۔

بابا اپنے مہمانوں کے ساتھ چلے گئے تب برتن سمیٹ کر اس نے سب سے پہلے اماں کو کھانا دیا تھا۔ پھر دیوی جی کو...... اگر پتا ہوتا کہ یہ ہادی کے سامنے اس کا پیغام نشر کر آئی تھی تو آج کم از کم اسما اسے بطور سزا کے کھانا ہرگز نہیں دیتی۔

وہ تو معاملہ تب کھلا جب اماں نے ہادی کو کھانے کے لیے آواز دی۔ وہ اپنے کمرے میں سارے تاثرات محفوظ کر کے بیٹھا تھا۔ ٹی وی چلنے کی آواز آ رہی تھی۔ اماں کے بلانے پر اس نے کھانا کھانے سے انکار کر دیا تھا۔

اسما کو تب بھی سمجھ نہیں آئی تھی۔ اس نے سوچا۔ ٹی وی کے سامنے بیٹھ کر کھانا، کھانا ہوگا...... وہ ٹرے اچھی سی سجا کر جب اپنے کمرے میں پہنچی تو ہادی غصے میں لال پیلا ہوا چیخ پڑا۔

''کیوں آئی ہو؟'' وہ اسے دیکھ کر غرایا تھا۔ اسما اس کے غرانے پر ہکا بکا رہ گئی تھی۔ کیا اسے نظر نہیں آ رہا تھا۔ وہ کیوں آئی ہے؟ اسما نے ٹرے اس کے قریب بیڈ پر رکھنی چاہی تو وہ دوبارہ چیخ پڑا تھا۔

''میں پوچھ رہا ہوں، کیوں آئی ہو؟''

''آپ کے لیے کھانا لائی ہوں، کیا نظر نہیں آ رہا؟'' اسما نے رسانیت سے کہا۔ ہادی کے بے وقت غصے کی وجہ اس کی سمجھ سے بالاتر تھی۔

''مجھے نہیں کھانا...... واپس لے جاؤ......'' وہ تلخی سے سابقہ انداز میں بولا۔ اسما کو بلا کی حیرت ہوئی۔

''ناشتے کے بعد سے کچھ نہیں کھایا؟ کیا اب بھی

بھوک نہیں ہے؟ طبیعت تو ٹھیک ہے ناں؟'' اسما کا اتنا پوچھنا عذاب ہوگیا تھا۔ ہادی نے ریموٹ اٹھا کر صوفے پر دے مارا۔

''ناشتے کے بعد سے اب تمہیں خیال آیا ہے؟'' اس کا انداز کاٹ دار تھا۔

''میں مہمانوں کے لیے کھانا بنا رہی تھی اور گھر والے مہمانوں کے جانے کے بعد......'' اسما وضاحت دینا چاہ رہی تھی جب اس نے اسما کی بات بیچ میں اچک لی تھی۔

''تو جاؤ...... جا کر مہمانوں کی خاطر داریاں کرو'' اس کا انداز زہر خند تھا۔

''مہمان تو چلے گئے ہیں۔'' اسما روہانسی ہو کر بیٹھ گئی۔

''تو تم بھی جاؤ۔ میری نظروں سے ہٹو......'' وہ ایک دم دہاڑا تھا۔ جیسے اسما کے بیٹھنے پر زیادہ غصہ آیا ہو۔

''آخر آپ کو کیا ہوا ہے؟'' اسما رو دینے کو تھی...... وہ جتنا بھی غصہ کرتا تھا...... اشتعال اگلتا تھا۔ کم از کم اس طرح سے پیش نہیں آتا تھا۔ اسما کچھ دیر کے لیے سوچتی رہی۔ خود پہ قابو پاتی رہی۔ اس کے غصے کی وجہ تلاش کرتی رہی۔

''پاگل کتے نے کاٹ لیا ہے مجھے۔'' ہادی نے جلبلا کر جواب دیا۔

''پھر تو انجکشن لگوانے چاہئیں۔ یہاں گھر میں کیا کر رہے ہیں۔'' اسما کے الفاظ پر ہادی کا ٹمپرا اور بھی لوز ہوگیا۔ اس نے آؤ دیکھا نہ تاؤ ٹرے اٹھا کر اسی کی طرف دے ماری۔ کئی طرح کے سالن اور گرم، گرم لوازمات اسما کی طرف اچھلتے ہوئے اس کے ہاتھ اور پاؤں بری طرح سے جلا گئے تھے۔ ہادی اس کارروائی کے بعد پیچھے مڑ کر دیکھنے کی ضرورت محسوس نہ کرتے ہوئے دروازہ ایک دھما۔کے سے بند کرتا باہر نکل گیا تھا۔

جبکہ اسما جلن، درد اور تذلیل کے احساس سے بھل بھل روتی باہر آنے کے لیے اٹھی تو پھولن دیوی افتاں و خیزاں وہاں پہنچ گئی۔ اسما کی حالت دیکھ کر اس کی چیخ بلند ہوئی تھی ...... پھر وہ اسما کو پکڑ کر اماں کے

پاس لے آئی تھی۔ اماں اس کی حالت پہ دھک سے رہ گئیں۔ اسما نے روتے ہوئے ہر ممکن طرح سے جھوٹ بول کر اُن کی تسلی کرائی تھی۔

''مجھے پتا نہیں چلا اور پاؤں اٹک گیا...... یوں ٹرے پوری کی پوری میرے اوپر آگری۔'' اسما کا درد اور تکلیف کی شدت سے برا حال تھا۔ اماں نے پھولن دیوی کو کلف کا پاؤڈر (اراروٹ) لینے کے لیے بھیجا تھا۔ اماں نے فوراً جلے نشانوں پر سارا پاؤڈر چھڑک دیا تھا۔ کچھ ہی دیر میں اسے ٹھنڈک کا احساس ہونے لگا تھا۔ تب پھولن دیوی نے اماں کو ہادی کے فوں، فوں کرتے گھر سے نکلنے کی پوری فلم سنادی۔ اماں نے ایک مرتبہ پھر اسے آڑے ہاتھوں لیا تو اسما کو سچ، سچ سب کچھ بتانا پڑا...... تب پھولن دیوی کو بھی اپنی چیپ حرکت کا خیال آگیا تھا۔

''میں مرجاواں...... ہادی پائی جان کو اس بات کا غصہ تھا؟ ہائے اسما باجی جی مینوں معاف کردو...... ساری غلطی میری اس لمبی زبان کی ہے۔ بے شک، کاٹ کے اسے کتوں کے آگے ڈال دو جی...... سارا قصور میرا ہے۔'' پھولن دیوی نے اپنا بھونپو آن کیا تو اسما اور اماں ہکا بکا رہ گئیں۔ یعنی ہادی کا غصہ بجا تھا۔ اس گدھی کو بھلا اور کتنا کوستے...... پھر وہ الارم بجا، بجا کر رو رہی تھی۔ اماں نے اسے بہ مشکل چپ کرایا تھا۔

اسما اپنی جگہ پر نادم اور پریشان تھی۔ ہاتھوں اور پیروں کی جلن کم ہوئی تو ہادی کا خیال ستانے لگا۔ وہ بھوکا پیاسا نہ جانے کہاں چلا گیا تھا۔

پھولن دیوی پہ بھلا کیا غصہ کرتی...... وہ اٹھ کر نادم، نادم سی اپنے کمرے میں آگئی۔ تب تک محترمہ نے سارا کمرا صاف کردیا تھا پھر اسما سے معافی بھی مانگی۔ اسما نے اسے معاف کردیا۔ بیچاری کو کیا سزا دیتی۔ وہ تو عادت سے مجبور تھی۔

پھر رات دس بجے کے قریب ہادی کی واپسی ہوئی تھی۔ تب تک اسما چل، چل کر اپنی ٹانگیں تھکاتی رہی۔ دل کو کسی پل قرار نہیں تھا۔ ہادی کی صورت دیکھ کر جان میں جان آئی۔

وہ سیدھا اپنے کمرے میں چلا گیا۔ اور اسما تیزی سے کچن کی طرف آئی تھی۔ وہ صبح کا بھوکا تھا اور غصے میں کبھی باہر سے بھی نہ کھا کر آتا...... اسما کو شدید غم لگا ہوا تھا گو کہ وہ خود بھی پکا، پکا کر تھک چکی تھی اور بھوک سے نڈھال تھی۔ تاہم ہادی کی وجہ سے اس کی بھوک پیاس سب اُڑ چکی تھی۔

اس کی فضول بات اگر پھولن دیوی نے اپنی.... بے وقوفی میں ہادی کے دوستوں کے سامنے کردی تھی تو اس میں اسما کا کوئی قصور نہیں تھا۔ لیکن ہادی تو عادی تھا اپنا قصور کے بھی قصوروار ٹھہرانے کا۔

اسما جلدی سے ایک مرتبہ پھر ٹرے سجا رہی تھی...... اپنے جلے ہوئے ہاتھوں اور پاؤں کی تکلیف بھلا کر...... اماں دوا کھا کر سو چکی تھیں۔ بابا بھی نماز کے بعد آرام کر رہے تھے۔

اسما نے ساری لائٹس آف کیں۔ تالے لگائے کھڑکیاں بند کیں اور ٹرے اٹھا کر اپنے کمرے میں آگئی۔

ہادی نے اس کے ہاتھ میں پھر ٹرے دیکھی تو تنک اٹھا۔

''تم پھر کھانا اٹھا لائی ہو۔ پہلا حال بھول گیا ہے۔ گھنٹا لگا ہوگا، صفائی کرنے میں۔'' وہ غصے سے چیخ کر رہ گیا تھا۔

''یعنی ابھی تک غصہ نہیں اترا۔'' اسما نے گہری سانس کھینچی۔

''پہلے میں خود لائی تھی۔ اب اماں نے اصرار سے کہا تھا سونے سے پہلے آپ کو کھانا کھلا کے سلاؤں؟'' وہ اپنی جھونک میں ٹرے میز پر رکھتے ہوئے بولی۔

''سلاؤں......؟'' ہادی نے ایک بھوں اچکا کر اس کے فقرے کا آخری لفظ حیرت سے دہرایا۔

''میں...... تم مجھے کھانا کھلا کر سلاؤ گی؟ اپنے

ہاتھ سے کھانا کھلا کر......؟''

''ہیں......؟'' اسما حیرت زدہ سی رہ گئی۔

''میں نے یہ کب کہا؟''

''مجھے تو ایسے ہی سمجھ آیا۔'' ہادی نے اپنی بات پر زور دیا تھا۔

''تو پھر آپ کی سمجھ کا قصور ہے۔ اب اٹھ جائیں، شہنشاہِ معظم! کھانا ٹھنڈا ہو رہا ہے۔'' اسما نے جیسے منت کی تھی۔ ہادی کو پھر سے اپنی ناراضی کا خیال آگیا۔

''مجھے نہیں کھانا...... ایک دفعہ کی بات سمجھ میں نہیں آتی۔'' وہ نہایت غصے سے بولا۔

''اماں تو کہتی ہیں میرا ہادی بڑا فرمانبردار ہے مگر آپ تو بہت ضدی ہیں، بات نہیں سمجھتے۔'' اسما نے اسے ایموشنل کرنا چاہا تھا۔

''ضدی تو میں ہوں، اگر اپنی کرنی پر آجاؤں تو تمہیں مزہ چکھا دوں...... لیکن کیا ہے ناں کہ مجھے اپنے منصب سے نیچے گرنے کا کوئی شوق نہیں۔'' اس کا انداز بڑا معنی خیز قسم کا ہو گیا تھا۔ اسما سمجھ تو گئی تھی پھر جان کر نظر انداز کر گئی۔

''اچھا، سب باتیں چھوڑیں، پہلے کھانا کھالیں۔ پیٹ سے کیسی ناراضی۔'' اسما نے پچکارنے والے انداز میں کہا اور ٹرے اٹھا کر اس کے قریب رکھنی چاہی۔ ہادی نے پہلے کی طرح ہی ٹرے پیچھے کی طرف دھکیلنی چاہی تو اسما کے جلتے پھپھولوں کی درگت بن گئی...... شدید رگڑ کے ساتھ آبلے چھل گئے۔ اسما کے منہ سے بے ساختہ کراہ نکلی اور ساتھ ہی تکلیف کی شدت سے آنسو نکل آئے۔

ہادی کچھ چونک کر سیدھا ہوا۔ پھر اس کے سفید میدے میں لتھڑے ہاتھوں کو دیکھ کر حیران رہ گیا۔

''کیا ہوا ہے ہاتھوں کو؟''

''جل گئے تھے۔ جب آپ نے ٹرے الٹی۔'' اسما نے بھی جتا دیا۔ شاید وہ سنی ان سنی کر گیا۔

''وہ تو نظر آ گیا ہے۔ ہاتھوں پر لگا کیا رکھا ہے؟ یہ سفید سفوف کیا چیز ہے؟'' ہادی نے جل کر پوچھا۔

''اماں نے لگایا ہے۔'' اسما نے آنکھیں پونچھ کر بتایا تھا۔

''ہے کیا چیز؟''

''کلف...... اماں نے پانی میں گھول کر اس کا لیپ لگایا ہے تاکہ جلن کم ہو سکے......'' اس نے سوں، سوں کرتے ہوئے بتایا۔

''کلف......؟'' وہ حیرانی سے بولا۔

''جی...... کلف، کیا آپ نہیں جانتے۔ سفید رنگ کی ہوتی ہے، پانی میں گھول کر کسٹرڈ کی طرح پکاتے ہیں، کپڑوں کو اجلا کر کے اکڑانے کے لیے......'' ابھی وہ پوری تفصیل بتانا چاہتی ہی تھی جب ہادی نے اس کا منہ بند کروا دیا۔

''میں نے کلف بنانے کی ریسپی نہیں پوچھی...... جسٹ شٹ اپ......'' وہ بھنا اٹھا تھا۔ چہرے پر تناؤ کی کیفیت تھی جیسے خود پر غصہ آ رہا ہو یا اپنی نازیبا حرکت پر...... وہی ٹرے الٹنے والی حرکت...... اسما نے چپ چاپ کھانے کی ٹرے اٹھائی اور دروازے تک جانے لگی۔ پیچھے سے ہادی نے آواز دے کر اسے روکا تھا۔

''ٹرے وہاں رکھ دو......'' اس نے بیڈ کی طرف اشارہ کیا تھا۔ اسما کی آنکھیں حیرت سے کھل گئی تھیں۔ اس نے ہادی کی طرف دیکھا تھا۔ وہ اسما کو ہی دیکھ رہا تھا۔ نظریں اور جھک گئیں۔ اسما نے آگے بڑھ کر ٹرے بیڈ پر رکھ دی تھی۔ اب وہ ہادی کی کارروائی دیکھ رہی تھی۔ وہ ایک، ایک دراز کھولتا خاصا جھنجلا رہا تھا۔ جیسے کچھ تلاش کر رہا ہو پھر جھلاتا ہوا باہر نکل گیا۔ اسما کو حیرانی سی ہوئی۔ پھر وہ اس کے پیچھے چلی آئی۔ اب وہ کچن کے کیبنٹ کھول، کھول کر دیکھ رہا تھا۔ حتیٰ کہ فریج بھی کھولا جب مطلوبہ چیز دستیاب نہیں ہوئی تو بڑبڑاتا ہوا باہر نکل گیا۔ اسما ناسمجھی کے عالم میں واپس اپنے کمرے میں آ گئی۔ کھانے کو دیکھ کر افسوس سا ہوا تھا۔

''جانے کہاں نکل گئے، کھانا ٹھنڈا ہو جائے گا۔''

وہ اپنے فرشی بستر پر تھک کر لیٹ گئی تھی، آج پورا دن کچن میں نکل گیا تھا۔ بھوک کی وجہ سے انتڑیاں کرلا

...رہی تھیں تاہم ایک بھی نوالا کھانے کو دل نہیں چاہ رہا تھا، تھکن بے بہا تھی مگر آنکھوں میں نیند کہیں نہیں تھی۔

کچھ دیر بعد کھٹ پٹ کی آوازوں کے ساتھ ہادی کی واپسی ہوگئی تھی۔

اسما نے دیکھا نہیں...... وہ سیدھا اپنے بیڈ کی طرف جانے کے بجائے اس کے قریب آگیا تھا پھر وہ کارپٹ پر دوزانو بیٹھا تو اسما ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھی۔

وہ کیا کرنا چاہ رہا تھا؟ اسما نے دیکھا اس کے ہاتھ میں ایسی ٹیوب تھی جو برن انجری پر لگائی جاتی ہے۔ اس نے ٹیوب کھول کر اسما کے ہاتھوں کا جائزہ لیا۔

''تم نے ابھی دھوئے نہیں۔''

''کیا......؟'' وہ چونک گئی۔

''ہاتھ اور پاؤں بھی۔'' ہادی نے اسے واش روم کی طرف بھیجا۔ جب وہ ہاتھ دھو کر واپس آئی تو ہادی نے اس کی طرف تولیا پھینکا۔ ہاتھ دھونے سے تکلیف بڑھ گئی تھی۔ زخم سرخ تھے اور خون رسنے لگا۔ اسے ہاتھ دھونے کا فیصلہ غلط لگا۔

''کلف ٹھیک نہیں تھی؟'' جب ہادی نے زخم کا جائزہ لے کر ٹیوب لگائی تو اسما کہے بغیر نہیں رہ سکی تھی۔

''ہرگز نہیں......'' وہ مصروف سا اپنا کام کر رہا تھا۔ اسما کا دل دھڑکنے لگا...... وہ بڑی احتیاط سے مرہم لگا رہا تھا۔ اس کے مسیحا کی بھی کیا ہی بات تھی۔ زخم بھی خود دیتا تھا اور مرہم بھی خود ہی لگاتا تھا۔ اس کے دل میں میٹھا، میٹھا سا درد جاگنے لگا تھا۔ وہ سر جھکائے اپنا کام کر رہا تھا۔ ہاتھوں پر مرہم لگ گیا تھا۔ اب وہ اس کے پیروں کا جائزہ لے رہا تھا۔ جب اس نے اسما کا پیر پکڑ کر مرہم لگانا چاہا تو اس نے کسمسا کر پیر پیچھے کھینچنا چاہا۔ ہادی نے نگاہیں اٹھائے بغیر کہا۔

''لیٹ می سی......'' اس نے پیر پہ اپنے ہاتھ کا دباؤ ڈالا تو اسما کی کسمساہٹ ختم ہوگئی تھی۔ اسے تکلیف میں کمی کا احساس کم ہوا تھا۔ زخموں کی جلن میں کمی کے ساتھ ایک گوناں سکون ملا تھا۔

ہادی کی یہ مہربانی اس کے دل میں کئی طرح کے خوب صورت محسوسات کو جگا گئی تھی گو کہ اس کا سر جھکا ہوا تھا۔ اور جھکے سر کے ساتھ بالوں کا ایک گچھا ماتھے پر سایہ فگن تھا۔ وہ اتنا مصروف تھا کہ اسے اسما کی نگاہوں کی تپش کا بھی احساس نہیں ہوا تھا۔ وہ بھی موقع سے فائدہ اٹھا کر اسے جی بھر کے قریب سے دیکھ رہی تھی۔

معاً ہادی نے بے ساختہ اس کی طرف دیکھا تو وہ گڑبڑا کر نظر جھکا گئی۔ ہادی کو بڑا عجیب سا احساس ہوا۔ وہ کچھ دیر تک اسما کے خجالت سے پُر چہرے پر نظر جما کر بیٹھا رہا۔ وہاں پہ کچھ ایسا موجود تھا جو اسے اپنی طرف کھینچ رہا تھا۔ اس نے بہ مشکل اس احساس سے خود کو چھڑایا۔

''میری خدا ترسی پہ خوش فہمیوں کو جگہ مت دینا۔'' وہ اس کی مسروریت کا عکس اسما کے چہرے سے تلاش کر چکا تھا۔ جب وہ بولا تو اس کا لہجہ اتنا تلخ نہیں تھا۔

''انسانیت بھی کسی چیز کا نام ہے۔ ویسے بھی میرا دل بڑا گداز واقع ہوا ہے۔ میں کسی کو تکلیف میں نہیں دیکھ سکتا۔ چاہے کوئی میرے ساتھ کتنا ہی برا نہ کر چکا ہو۔'' اس کا انداز واضح طور پر اسما کی دھوکا دہی کو جتاتا ہوا تھا۔

''آپ وضاحت نہ بھی دیتے تو کوئی حرج نہیں تھا۔ مجھے ویسے بھی خوش فہمیاں لاحق نہیں ہوتیں کیونکہ میری قسمت ایسی مہربان نہیں۔'' اسما نے گہری سانس کھینچ کر بے ساختہ جواب دیا۔ وہ اس کی اس غلط فہمی کو کم از کم ختم نہیں کر سکتی تھی۔ اسما کا انداز دھیما اور پُرسوز تھا۔ ہادی کو اس کا انداز بڑا دل گداز لگا تھا۔ اس نے لمحوں میں پینترا بدل لیا تھا۔ کیونکہ پینترا بدلنے میں اسے بڑا کمال حاصل تھا۔

''فرض کرو، تمہاری قسمت تم پر مہربان ہوجائے......؟'' ہادی کا لہجہ معنویت سے بھرپور تھا، اسما لمحہ بھر کے لیے چپ ہوگئی تھی۔

''میں خوش فہم نہیں ہوں۔'' وہ گہری سانس بھر کے بولی۔ جیسے چبا، چبا کر ایک، ایک لفظ ادا کر رہی

ہو...... اندر دل کو کس قدر ٹھیس پہنچی تھی۔ اس طرح کی ہلکی سی ضرب دینا، ٹکر مارنا، ٹھوکر لگانا ہادی کے معمول کا ایک حصہ تھا۔ وہ جان، جان کر اسے آزماتا...... آزمائش میں مبتلا کرتا، تکلیف دیتا لیکن اس وقت اسما کے جواب نے اسے منہ بند کرنے پر مجبور کر دیا تھا۔ وہ تلملاتا ہوا اپنے بستر پر جا بیٹھا تھا۔ تب ہی اس کی کھانے پر نظر پڑی تھی جو ابھی تک جوں کا توں رکھا تھا۔

باہر کے ماحول پر ہلکے شور کا راج پاٹ تھا۔ کھڑکیوں کے سامنے پردے ہلے تو اندازہ ہوا تھا باہر شاید ہوا چل رہی تھی۔ اور ہوا کی شدت میں خاصی جارحیت تھی۔ کھڑکیوں کے شیشے بج رہے تھے۔ کچھ ہی دیر بعد بوندوں کی ٹپ، ٹپ کا شور سنائی دیا تھا۔ یوں لگ رہا تھا جیسے باہر بارش ہو رہی ہو۔

اسما کی کروٹ پہ ہادی نے ذرا آگے ہو کر دیکھا...... وہ اٹھ کر کھڑکیاں بند کرنا چاہ رہی تھی۔ ہادی اسے اٹھتے دیکھ کر کھڑا ہو گیا پھر اس نے خود کھڑکیاں وغیرہ بند کر کے پردے برابر کر دیے تھے۔ باہر جا کر لاؤنج اور کچن کی کھڑکیاں بھی چیک کر آیا تھا۔ پھر جب وہ بستر پر بیٹھ کر کھانا کھانے لگا تو اسما کو بولنا پڑا۔

”اب تک تو ٹھنڈا ہو چکا ہے، کیا گرم کر کے لاؤں؟“

”ٹھیک ہے، ضرورت نہیں۔“ اس نے ٹرے سامنے کر لی تھی۔ پھر وہ کھانے میں مگن ہو گیا۔ چند پل بعد اسے کچھ احساس ہوا تو اسما کی طرف دیکھا...... وہ بھی ٹرے کی طرف متوجہ تھی۔ شاید اسے بھوک لگی تھی لیکن کچن میں جانے کے خیال سے سستی آڑے آ رہی تھی یا شاید تھکن کی وجہ سے اٹھنا محال ہو رہا تھا۔

وہ سارا دن کاموں میں مصروف رہی تھی۔ پھر دعوت کا اہتمام بھی کیا تھا۔ پھیلاوا بھی سمیٹا...... لیکن جب خود کھانے کا وقت آیا تو......

”کھانا کھاؤ گی؟“ اس کی نگاہوں میں اتری بھوک دیکھ کر ہادی کو ترس آ گیا۔ اسما اس کی آفر پر چونک گئی۔

”بھوک لگ رہی ہے لیکن اس وقت کچن میں کون جائے؟ صبح دیکھ لوں گی۔“ اس نے بڑی بے پروائی سے جواب دیا تھا۔

”میرے ساتھ شیئر کر لو......“ ہادی نے چند لمحے سوچنے کے بعد کہا۔ اسما پہ حیرت کا آسمان آ گرا...... وہ اتنی حیران ہوئی کہ اپنی جگہ سے ہل بھی نہیں سکی۔

”یہاں آ جاؤ......“ اس نے بستر کی طرف اشارہ کیا۔ اسما کو اس کی مہربانی بھی ڈھکوسلا لگی تھی۔ وہ ایک انچ بھی حرکت نہ کر سکی۔ کیا ضرورت تھی؟ ابھی وہ جتا کر بے عزت کر دیتا...... اس نے اپنی خوش فہمی کا گلا گھونٹ دیا کہ اس کی عادتوں سے اسما اب خوب واقف ہو چکی تھی۔

”میں......؟“ اسما بے یقینی سے بولی۔

”کیا تمہارے علاوہ بھی کوئی کمرے میں موجود ہے؟“ ہادی نے طنزیہ انداز بنایا۔

”جی......“ اس پہ حیرتوں کے پہاڑ ٹوٹ پڑے تھے۔

”تمہیں سنائی نہیں دیتا؟“ وہ چڑ گیا...... اسما عجیب کشمکش میں مبتلا ہو گئی۔ جائے یا نہ جائے...... ہادی کے موڈ کا کیا بھروسا تھا؟ وہ جاتی تب بھی ناک تک عاجز کر دیتا۔ نہ جاتی تب بھی چین لینے نہیں دیتا۔ اب وہ کرتی کیا؟

”آ بھی جاؤ...... ورنہ کچھ بھی نہیں ملے گا۔“ اس نے دھمکایا۔ اسما ٹس سے مس نہ ہوئی عجیب گھبراہٹ نے اپنے شکنجے میں لے لیا تھا۔ کرے نہ کرے؟ اٹھے نہ اٹھے۔ جائے نہ جائے......؟

”او کے رہنے دو، میں خود آتا ہوں۔ تمہارے زخم ہیں، دکھیں گے۔“ کچھ سوچ کر ہادی نے ٹرے اٹھائی اور اس کے قریب فرشی بستر پر آ گیا۔ اسما کا منہ حیرت سے کھل گیا۔ اس پہ شادیِ مرگ طاری تھی۔ یہ کیسا معجزہ تھا؟ یہ کیسی مہربانی تھی؟ کیا یہ ڈھکوسلا تھا۔

وہ ٹرے اسما اور اپنے بیچ رکھ کر بیٹھ گیا۔

”اب کھاؤ۔ لیکن تم کھاؤ گی کیسے؟ تمہارے ہاتھوں پہ تو مرہم لگا ہے؟“ ہادی کی جیسے ہی اس کے ہاتھوں پر نظر پڑی کچھ مایوس سا ہو گیا تھا۔ اس کے

دونوں ہاتھ دوائی سے لیپ شدہ تھے۔
''میں نہیں کھاتی......'' وہ اسی لیے اٹھ نہیں رہی تھی کہ کھانا لینے جاتی کیسے؟ پھر کھاتی کیسے؟ وہ ہادی کی آفر بھی اسی لیے نظر انداز کر رہی تھی۔
''تو کیا بھوکی رہوگی؟'' ہادی کا لہجہ نرم پڑ گیا۔ انداز بدل گیا۔ اس کی لفظوں میں بھی نرماہٹ اتر آئی تھی۔
''جی......'' اس نے یہ مشکل ہی کہا تھا۔
''احمق......'' ہادی نے جھلا کر کہا۔
''تو پھر کیا کروں......؟'' اسما نے بے بسی سے اپنے زخم خوردہ ہاتھوں کو دیکھا۔
''یعنی اس مسئلے کا کوئی حل نہیں۔ جب تک تمہارے زخم ٹھیک نہیں ہوئے تو تم بھوکی رہوگی؟'' اس کا انداز پُر سوچ تھا۔
''جی......ای ای۔'' اسما گم صم رہ گئی تھی۔
''بے وقوف...... ہر مسئلے کا کوئی نہ کوئی حل ضرور ہوتا ہے۔'' ہادی اب بھی سوچتا سا نظر آ رہا تھا۔
''مطلب......؟'' وہ دیکھتے، دیکھتے حیران ہوتی ایک دم چونک گئی تھی۔ ہادی نوالہ بنا رہا تھا پھر اس نے نوالہ اسما کی طرف بڑھا دیا۔ یعنی اس کے منہ کی طرف...... اور اسما جیسے دم بخود رہ گئی تھی۔ اس کا منہ آپوں آپ حیرت سے کھل گیا تھا۔ ہادی نے اس کے کھلے منہ میں نوالہ ڈال دیا تھا اور اسما اتنی حیران تھی کہ منہ بند کرنا بھی بھول گئی۔ ہادی کو ہی اسے احساس دلانا پڑا۔
''اب منہ تو بند کرلو۔'' ہادی کے کہنے پر اسما نے ہوش میں آ کر منہ تو بند کرلیا تھا لیکن اسے غش پہ غش آ رہے تھے۔ وہ ایک کے بعد ایک نوالہ بناتا گیا اور اسما کے منہ میں ڈالتا گیا۔ ایسے ہی سارا کھانا ختم ہوگیا...... اور اسما کی حیرت بھی...... ہادی نے خود ٹرے میں خالی برتن رکھے اور کچن میں پہنچا آیا تھا...... جب وہ اپنے بستر پر پہنچ کر لحاف کھول رہا تھا...... تب اسما کی سماعتوں سے ہادی کی آواز ٹکرائی تھی۔
''کسی غلط گمان میں مت رہنا۔ جب میں اپنے پالتو جانوروں کو اپنے ہاتھوں سے کھلا سکتا ہوں تو ایک زخمی انسان کو کیوں نہیں؟ بتایا تو ہے میرے دل میں انسانیت کا بڑا درد بھرا ہے۔'' وہ لحاف منہ تک اوڑھتے اسما کے دل پر چرکے لگاتا مزے سے کروٹ بدل گیا تھا...... اور اسما ہکا بکا رہ گئی تھی۔ اس کے دل میں بھالا سا اتر گیا تھا۔ وہ یہ سب نہ بھی بتاتا تب بھی اسما جانتی تھی کہ اس پر یہ مہربانی کسی اور محبت بھرے جذبے کے تحت نہیں کر رہا...... ترس کھا کر انسانی ہمدردی کے تحت مہربان ہو رہا ہے۔
وہ کروٹ بدل کر ضبط کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔ پھر بھی کتنے ہی آنسو بند توڑ کے اس کا تکیہ بھگوتے رہے۔ جانے وقت نے کون، کون سے امتحان لینے تھے، جانے آزمائش کے دن کب پورے ہونے تھے۔

☆☆☆

اگلا پورا ہفتہ ہادی کو یاد بھی نہ رہا کہ اسما کا حال احوال پوچھنا ہے۔ اس رات کی مہربانی کے بعد اسے شاید انسانیت کا درس بھول گیا تھا۔
اسما کے ہاتھ بہت وقت لگا کر بہتر ہوئے تھے...... تاہم تکلیف پہلے سے کم ہو چکی تھی...... ہاتھوں کے زخموں پر تو کھرنڈ آ چکا تھا...... دل کے زخموں پر کھرنڈ کیسے جمتا......؟ دل کے زخم کیسے بھرتے؟
جو اذیت اس کا لاچار اور اکیلا دل سہتا تھا، برداشت کرتا تھا، اس کی گہرائی میں کوئی بھی اتر نہ پاتا...... اور لاچاری و بے بسی کا یہ حال تھا کہ وہ سب کچھ اپنی ذات پہ سہنے اور برداشت کرنے پر مجبور تھی۔ کوئی ایسا اپنا نہیں تھا جس سے شیئر کر کے دل کا بوجھ ہلکا کر لیتی۔
اسمارا اور گلناز ایسی سہیلیاں تھیں جو اسے پرایا کرنے سے پہلے از خود پرائی ہو چکی تھیں۔
اسمارا تو بات بھی بہت کم، کم کرتی تھی، عاشر نے بتایا تھا کسی فیشن ڈیزائننگ کورس میں مصروف ہو چکی ہے۔ اور گلناز کو اسما خود منہ نہیں لگاتی تھی۔ گو کہ اس کے فون متواتر آیا کرتے تھے۔ جب اسما نے کوئی رسپانس نہ دیا تو وہ خود بخود پیچھے ہٹ گئی تھی اور اسما کو بھی کوئی پروا

نہیں تھی۔

بس اسے خود پہ پورا یقین تھا...... جس طرح گلناز نے اپنی شرمناک چالوں سے اسمارا اور ہادی کو ملوث کر کے اسما کی زندگی میں الجھنیں بھری تھیں۔ وہ خود اپنے یقین، اعتماد اور ارادوں کی پختگی کے ساتھ ان الجھنوں کو ختم کرلے گی۔ اسمارا کو بتائے بغیر...... وہ اپنی زندگی کے مسودے کو خود ترتیب دے لے گی۔ وہ ہر بے ترتیبی کو خود سنوار لے گی۔ وہ اپنے حسنِ عمل سے ہادی کے دل کو پلٹالے گی، اپنی طرف موڑلے گی۔ کوئی بھی کام مشکل نہیں ہوتا۔ کوئی بھی کام ناممکن نہیں تھا۔

اس کا یقین اسے ہر روز باحوصلہ کرتا...... وہ ہر رات کے بعد ٹوٹتی ہمتوں کو مجتمع کر کے نئی امید کے ساتھ ہر صبح کو خوش آمدید کہتی۔

گو کہ ہادی اب بھی موڈی، بے نیاز اور اکھڑا، اکھڑا تھا لیکن وہ پہلے کی طرح اسما کو نظر انداز نہیں کرتا تھا۔ چاہے طنز کے تیر پھینکتا، خوب اپنی بھڑاس نکالتا یا غصہ اگلتا تاہم بات ضرور کرتا تھا۔ وہ آپس میں گفتگو تو کرتے تھے چاہے طنزیہ ہی سہی۔

اسما کے دل کو اتنی ''ڈھارس'' ہی بہت تھی وہ اپنے قناعت پسند دل کو تھپکیاں دے کر سلا لیتی تھی۔ ایسے ہی روکھے پھیکے سرد بے جان دن گزر رہے تھے۔ انہی دنوں میں اچانک عاشر اس سے ملنے کے لیے آگیا تھا۔ اور اسما کو یوں لگا جیسے وہ اپنے لاڈلے بھائی کو صدیوں بعد دیکھ رہی ہے۔ جب وہ عاشر سے ملی تو ضبط کے سارے بند ٹوٹ گئے تھے۔ وہ روئی تو پھر روتی ہی چلی گئی یہاں تک کہ عاشر بوکھلا گیا۔ پھر اماں کے ٹوکنے پر اسما بہ مشکل سنبھلی تھی لیکن عاشر سے گلہ کیے بغیر نہ رہ سکی۔

''شادی سے پہلے ہی مجھے بھول چکے ہو...... بھلا بعد میں کیا کرو گے؟'' اس کی خفگی ملاحظہ کر کے عاشر پھیکے انداز ہنس دیا تھا۔ اس کی پھیکی ہنسی اسما کے دل میں کئی طرح کے خدشے جگا گئی تھی۔

''شادی ہوگی تو تب ناں......'' عاشر کے الفاظ اسما کا دماغ گھما گئے تھے۔ وہ رونا بھول کر اس پر چڑھ دوڑی تھی۔

''کیوں نہیں شادی ہوگی؟ رات بھی بابا کی کال آئی تھی۔ وہ بتارہے تھے جلدی تمہارے سر پر سہرا سجائیں گے۔''

''میرے سر پر سہرا سجانے کا خواب، خواب ہی نہ رہ جائے۔'' عاشر نے مسکرا کر ہلکے پھلکے انداز میں کہا لیکن اسما کے دل میں کھٹکا جاگ گیا تھا۔ اسے لگ رہا تھا جیسے عاشر اس سے کوئی بات چھپا رہا تھا۔ کوئی بات تو تھی ناں؟ اسما کو عاشر پہلے والا عاشر نہیں لگ رہا تھا۔ وہ کچھ بدلا، بدلا سا لگ رہا تھا۔ وہ سارے کام ختم کر کے فرصت سے اس کے پاس آبیٹھی۔

''عاشر! گھر میں کچھ ہوا ہے؟ امی ٹھیک تو ہے؟ مجھ سے تو بات بھی نہیں کرتی۔'' اسما نے دھڑکتے دل کے ساتھ پوچھا تھا۔ اسے عاشر بہت چپ، چپ، الجھا، الجھا اور پریشان لگ رہا تھا۔ آخر کیا بات تھی؟ کیا معاملہ تھا؟

''وہ اب کسی سے بات نہیں کرتی، عجیب ہو چکی ہے، اس کے کام ختم نہیں ہوتے، کوئی بوتیک شوتیک لانچ کررہی ہے اپنے کسی فرینڈ کے ساتھ۔'' عاشر کا انداز بہت روکھا تھا جیسے اسے اسمارا کے کام کرنے پر اعتراض تھا۔ اسما کو بھی شاک لگا۔ یعنی اسمارا اپنا کام کررہی تھی۔ ایک بزنس...اور اسے پتا ہی نہیں تھا۔

''بابا نے منع نہیں کیا۔ اور تم نے؟'' اسما حیرت سے پوچھ رہی تھی۔ یعنی اتنا کچھ ہوگیا تھا اور وہ بے خبر تھی۔

''وہ بابا کے یا میرے منع کرنے سے رکتی ہے؟'' عاشر گہرے پھیکے لہجے میں بولا تھا۔ اسما ہکا بکا رہ گئی۔

''مگر کیوں؟ اسے ضرورت کیا ہے؟ ہمارے پاس سب کچھ تو ہے؟ وہ کام کیوں کرنا چاہتی ہے۔''

''اسے خود مختاری چاہیے اس لیے، ماسی اس کی بیک پہ ہیں، خیر مجھے کوئی اعتراض نہیں تھا...... بابا نے بھی اس کی خوشی جان کر روکا نہیں۔'' عاشر نے مزید بتایا۔

''اور شادی کے کیا ارادے ہیں؟'' اسما کے بولتے خدشات باہر آرہے تھے۔ اس کے گمان میں

اسکے وہم محض گمان نہیں تھے۔ کچھ تو تھا جو غلط تھا...... غلط کی طرف اشارہ کر رہا تھا۔

''فی الحال تو ماما ٹال مٹول کر رہی ہیں۔'' عاشر نے اسے بری طرح سے بھونچکا کیا...... وہ کچھ پل بول نہیں پائی تھی۔ لفظ جیسے کھوتے چلے گئے تھے...... آخر اُدھر کیا ہو رہا تھا؟

''وجہ؟'' بہت دیر بعد وہ کچھ بولنے کے قابل ہوسکی تھی۔

''پتا نہیں، میں خود بہت الجھ رہا ہوں، چھوڑو ان باتوں کو یہ بتاؤ ہادی تمہارے ساتھ ٹھیک ہے ناں؟'' عاشر نے اچانک بات کو پلٹا تھا یوں کہ اسما سنبھل بھی نہیں پائی۔ عاشر کا انداز کھوجتا سا تھا جیسے وہ کچھ جاننا چاہ رہا تھا۔ اسما کی باتوں سے کوئی سرا پکڑنا چاہ رہا تھا یا وہ کسی کھوج میں یہاں آیا تھا۔ اسما کا دل واضح طور پر دھڑکنے لگا۔

اس نے پوری طرح سے ہادی اور اپنی کامیاب میرج لائف کی تصویر کشی کر کے عاشر کو مطمئن کرنا چاہا تھا۔ پتا نہیں عاشر اس کے ان ''جھوٹوں'' سے مطمئن ہوا تھا یا نہیں؟ لیکن تب وہ چپ ضرور کر گیا تھا۔ اس کے تاثرات ناقابلِ فہم تھے۔ وہ اسما کا چہرہ ٹٹول ٹٹول کر دیکھتا رہا جیسے کچھ پڑھنا چاہ رہا ہو۔ پھر وہ تین دن کوئٹہ میں رہا اور زیادہ وقت ہادی کے ساتھ بتایا۔ ہادی نے اپنی بھرپور اداکارانہ صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے عاشر کے سامنے ایک بہترین بہنوئی کا رول پلے کیا تھا اور اس کے ساتھ، ساتھ وہ ایک محبت کرنے والا شوہر بن کر عاشر کی آنکھوں میں دھول جھونکتا رہا...... اور سچ تو یہ تھا کہ جو خدشات یہاں آتے ہوئے عاشر کے دل و دماغ میں موجود تھے' جاتے ہوئے ان خدشات کا شائبہ تک نہیں تھا۔

وہ اپنی بہن کی خوشحال زندگی سے پوری طرح مطمئن ہو کر لوٹا تھا...... ہادی نے اسے اپنے عمل سے ثابت کر کے دکھا دیا تھا کہ وہ اپنی بیوی کے بغیر ایک لمحہ بھی نہیں رہ سکتا۔ اس لیے اسما پنڈی کا نام تک بھول گئی تھی۔ وہ اپنے گھر، شوہر اور گھرداری میں اتنی مگن، خوش اور شاد تھی کہ اسے میکا یاد تک نہیں آتا تھا اور عاشر کے لیے اس یقین کے بعد دنیا کی ہر خوشی ہیچ تھی، وہ بڑا پُرسکون ہو کر پنڈی واپس گیا تھا۔

☆☆☆

ہادی ان دنوں سرِ شام ہی گھر لوٹ آتا تھا۔ سردی کا زور بھی بڑھ چکا تھا۔ کہر کی لامحدود چادر تن جاتی تھی۔ باہر کچھ دکھائی نہیں دیتا تھا۔ اسما لاؤنج میں انگیٹھی دہکا لیتی، اس کے اپنے کمرے کا ہیٹر ٹھیک نہیں تھا۔ پھر انگیٹھی سے کوئلے اپنے کمرے لے جاتی۔

پھولن دیوی اپنے کوارٹر میں چلی گئی تھی۔ اسما نے اماں کو دوا کھلا کر اُن کے کمرے میں پہنچا دیا تھا۔ تب ہی عزہ کی کال آگئی تھی۔ وہ اکثر اسما سے فون پر بات کرتی۔ ہادی سے الگ تکرار کرتی اور اسے اسما کا خیال رکھنے کے بارے میں وارننگ دیتی رہتی۔

اس دن بھی عزہ نے فون کر کے اس کا حال احوال پوچھا تھا پھر بڑے سرسری انداز میں بابا وغیرہ کی خیریت معلوم کی۔ عاشر کی شادی کو بھی ڈسکس کیا تھا۔ اس کا انداز بڑا عام سا تھا۔ لیکن اسما کو اتنا بھی عام نہیں لگا۔

''عاشر کی منگنی تمہاری ماموں زاد سے ہوئی ہے ناں؟'' عزہ کو جیسے اچانک خیال آیا تھا۔

''ہاں، بچپن سے بات طے ہے۔ منگنی ہی سمجھ لو......'' وہ حیران تھی کہ عزہ کو کیسے عاشر اور اسمارا کا خیال آگیا۔ اسمارا سے تو اس کی کبھی ملاقات بھی نہیں ہوئی۔

''تمہاری کزن مجھے دبئی میں ملی تھی۔ میں ایک فیسٹول میں شرکت کرنے وہاں گئی تھی۔ وہ اپنی فرینڈ کے ساتھ تھی۔ ان لوگوں نے وہاں ڈریس ایگزیبیشن کا کوئی پروگرام رکھا تھا۔'' عزہ کی تفصیل اسما کو دنگ کرنے کے لیے کافی تھی۔ اسمارا اور دبئی......؟ وہ بھی اکیلے......؟ ماموں، ممانی، بابا اور عاشر نے اسے جانے کیسے دیا...... اور کیا اسمارا اتنی دلیر ہوگئی تھی جو تنہا دبئی تک سفر کر آئی۔ اسے گھر سے اجازت کیسے ملی؟ اسما کا تو

دماغ چکرا گیا۔ جبکہ عزہ اپنی دُھن میں مگن اسے مزید بتارہی تھی۔

’’مجھے تمہاری کزن کا بی ہیوئر بہت عجیب لگا...... وہ تمہارے بارے میں کوئی اچھی رائے نہیں رکھتی...... اور تم جانتی ہو اسما اس لڑکی کی تصویریں ابھی تک ہمارے پاس ہیں۔‘‘ عزہ نے کس بات کی طرف اشارہ کیا تھا، اسما جیسے سن سی ہوگئی تھی۔ کیا اسے اب بھی خاموش رہنا چاہیے؟ وہ عزہ کو بتادے، گلناز کی چال اور اسمارا کی بے گناہی...... اس کی کزن خواہ مخواہ ان لوگوں کے سامنے بدنام ہورہی تھی...... پھر اسمارا اس کی ہونے والی بھابی تھی۔ وہ اس کی انسلٹ کیوں کرواتی......؟ بلکہ جہاں تک ممکن تھا...... وہ اسمارا کا دفاع کرنا جانتی تھی۔

’’وہ ایک پراپر گیم تھی عزہ......! اس میں امی کو ملوث کیا گیا تھا...... ہماری ایک پڑوسن ہے ناں گلناز...... وہ عاشر کو اوائل عمری سے چاہتی تھی۔ عاشر نے جب اس کی محبت کو پزیرائی نہ بخشی تو وہ اندر ہی اندر عاشر اور امی کی رقیب بن گئی...... کیونکہ عاشر اور امی ایک دوسرے کو چاہتے تھے پھر گلناز نے ایک لمبا چوڑا پلان بنایا۔ قدرت نے اسے موقع فراہم کردیا تھا ہادی کی صورت میں...... گلناز نے عاشر کے موبائل سے ہادی کا نمبر چرا کر ان سے راہ ورسم بڑھالیے۔ وہ امی کی تصویریں آپ لوگوں کو سینڈ کرتی تھی۔ آپ سب کو بھی غلط فہمی ہوگئی...... ایکچوئیلی...... وہ لڑکی گلناز تھی...... جو اپنے مفاد کی خاطر محض عاشر اور امی میں دراڑ ڈالنے کے لیے ہادی اور مجھے ٹارگٹ بنا کے اپنا انتقام پورا کررہی تھی۔ اس سب میں امی کا کوئی قصور نہیں...... وہ میرے بھائی سے محبت کرتی ہے، باقی جو کچھ گلناز نے کیا۔ اللہ اسے ضرور سزا دے گا......‘‘ اسما نے ایک لمحہ لگایا تھا سوچنے میں پھر عزہ کو من وعن پورا قصہ سنا دیا گو کہ بات بہت شرمناک تھی اور گلناز کی حرکت اس سے بھی زیادہ شرمناک...... پھر بھی عزہ کو بتا دینے میں کوئی حرج نہیں ہوا تھا۔ کیونکہ اسما کو لگ رہا تھا کہ عزہ کچھ نہ کچھ جانتی ہے۔

ہمارے بچے

عید پر سب اپنے پیاروں سے مل کر خوش ہوتے ہیں اور ہمیں بھی اس عید پر

16 دسمبر 2014ء آرمی پبلک اسکول پشاور کے شہید بچوں کے ساتھ لاہور کے چلڈرن پارک میں دھماکے سے اڑ جانے والے سب بچے یاد آرہے ہیں۔

اپنے ماں، باپ کے معصوم سے پیارے بچے
اے وطن! تجھ پر فدا ہوگئے سارے بچے
مائیں روتے ہوئے آپس میں یہ کہتی ہوں گی
ابھی اسکول سے آئیں گے ہمارے بچے
وہ مسلمان کیا، انسان نہیں ہوسکتے
جن درندوں نے بلکتے ہوئے مارے بچے
ارضِ پاک کی اے میری بہادر ماؤ!
قوم کا فخر ہیں، دراصل تمہارے بچے
لائے ہاتھوں پہ اٹھا کر بھی کہتے ہوں گے
یہ ہمارے تھے بڑھاپے کے سہارے بچے
پیکرِ صبر ووفا ہیں کہ جنھوں نے چپ چاپ
قبر میں اپنے ہی ہاتھوں سے اتارے بچے
کوئی بھی عہد انہیں بھول نہ پائے گا ظہور
مشعلِ راہ ہیں وہ سب چاند ستارے بچے

شاعر: ظہور چوہان
انتخاب: مہرین کنول، لیہ

’’اگر یہ بات سچ ہے تو اس لڑکی گلناز کو کوڑوں کی سزا دینی چاہیے۔ ایک شاطر لڑکی نے ہم سب کو...... بےوقوف بنایا......‘‘ عزہ نے مارے غصے اور حیرت کے گلناز کو بے طرح گالیوں سے نوازا...... اسما چپ چاپ سن رہی تھی۔ اس کا دھیان باہر کی طرف اچانک پلٹ گیا تھا...... باہر موسم اچانک خراب اور طوفانی ہوگیا تھا۔ بادل گھر، گھر کے آگئے تھے۔

"میں اگر ہادی کو بتادوں تو وہ گلناز کو صفحۂ ہستی سے مٹا آئے۔ کتنی مکار لڑکی ہے وہ...... یعنی دو گھروں کو برباد کرنے پر تلی تھی۔" عزہ نے دانت پیس لیے اس کا غصہ کسی طور کم نہیں ہو رہا تھا۔

"ہادی کو کچھ مت بتانا، تمہیں اللہ کا واسطہ...... ہادی میں ذرا بھی برداشت نہیں۔ وہ گلناز کا قتل عام کرنے چل پڑیں گے۔ یوں اور بھی بدنامی ہوگی۔ بات کھلے گی تو عاشر کا دل بھی خراب ہوگا۔ میں نہیں چاہتی میرے بھائی کی خوشیوں میں رکاوٹ آئے اس کی شادی ہونے والی ہے۔" اسما نے منت بھرے لہجے میں کہا۔ اس کے انداز میں سچائی کے ساتھ، ساتھ امی اور عاشر کے لیے پیار واضح طور پر نظر آرہا تھا۔ تب عزہ فوراً چونکنا ہوئی۔

"عاشر اور امی کی؟" عزہ نے نہ جانے کیوں بات دُہرائی۔

"ہاں......" اسما نے یقین بھرے لہجے میں کہا۔

"مگر امی تو مجھے کچھ اور بتا رہی تھی۔" عزہ کا انداز اور بڑبڑاہٹ نظر انداز کرنے والی نہیں تھی۔ اسما لمحہ بھر کے لیے متحیر ہوئی۔ اس کا دل انجانے خدشے سے لمحہ بھر کے لیے کانپ سا گیا۔

"امی نے کیا بتایا؟" اسما باہر ہوتے کھٹکے سے بے نیاز حیرت پر قابو پاتی بہ مشکل بول پائی تھی۔

"یہی کہ اس کی عاشر سے کوئی منگنی نہیں......" عزہ نے جیسے اس کے سر پر آسمان گرایا تھا۔ اسما کو یوں لگا جیسے وہ چکرا کر زمین بوس ہو جائے گی۔ کیا عزہ سے امی نے یہ کہا؟ اسما کو یقین نہیں آیا تھا، آ ہی نہیں سکتا تھا۔ اسے لگا عزہ کو سمجھنے میں غلطی ہوئی ہوگی۔ بھلا اسمارا ایسے کیوں کہے گی؟ عاشر میں تو اس کی جان تھی۔ وہ عاشر کے نام سے اپنی سانسوں کو جڑا محسوس کرتی تھی۔ اسما خود ان دونوں کی محبت اور چاہت کی گواہ تھی۔

امی تو مر کر بھی عاشر کے نام سے اپنا نام نہ ہٹاتی۔ عاشر کو چھونے والی ہوائیں تک اسے اپنا رقیب لگتی تھیں۔ گلناز کے ساتھ اس کی دشمنی بھی اسی وجہ سے تھی کہ گلناز کے دل میں عاشر کا خیال تھا۔

اسما کے لیے اس بات پر یقین کرنا مشکل تھا۔ اس کا دماغ سناٹے میں آچکا تھا۔ یوں لگ رہا تھا ہر چیز اپنے مرکز سے ہٹ رہی ہے...... سب کچھ خلط ملط ہو رہا تھا۔ ہر طرف گڑبڑ اور ہلچل مچی ہے۔ اسما کے دل میں ہزار دفعہ بھی عزہ کو جھٹلانے کے باوجود خدشات منڈلاتے رہے، اسے عاشر کی بجھی، بجھی صورت کا خیال بھی بے چین کر رہا تھا۔ پھر بھی دل تھا کہ مانتا ہی نہیں تھا۔ کیا امی خود عاشر سے اپنی ہی زندگی میں دستبردار ہونے کا فیصلہ کر سکتی تھی؟ نہیں کبھی نہیں......

اور ابھی وہ عاشر کو فون ملا کر بات کرنے کا ارادہ رکھتی ہی تھی جب کھٹکے کی آواز پر چونک گئی۔ اس کے پیچھے ہادی کھڑا تھا۔ سرتا پانی میں شرابور، باہر گیٹ پر تو لاک لگا تھا۔ پھر ہادی کہاں سے آیا؟

"دیواریں کس لیے ہوتی ہیں؟" اس کی آنکھوں میں اترا سوال دیکھ کر وہ مخصوص بے ساختہ لہجے میں بولا، اس کا انداز عام سا تھا۔ اسما کو تسلی ہوئی۔ صد شکر کہ وہ عزہ اور اس کی گفتگو نہیں سن سکا تھا۔ ورنہ ابھی کے ابھی ایک عدالت بج جاتی اور اسما وضاحتوں کے لیے کہاں، کہاں سے دلائل اکٹھے کرتی؟ اسما کچھ پُرسکون ہو گئی تھی۔

"دیواریں حصار کے لیے ہوتی ہیں۔" اس نے اطمینان سے جواب دیا۔

"اور ضرورت کے وقت انہیں پھلانگ بھی سکتے ہیں۔" ہادی نے ترنت کہا...... "میں کب سے گیٹ بجا رہا ہوں۔ دیوی جی تو سارے اونٹ، گھوڑے بیچ کر خراٹوں اور خوابوں میں ٹہل رہی ہوگی۔ میں نے سوچا، تم بھی سو چکی ہو۔ پھر اتنی ٹھنڈ میں قلفی جما کر بھیگا ککڑ بن کے کھڑے رہنے سے بہتر تھا میں دیوار پھلانگ کر آجاتا۔" اس نے اپنی کارگزاری بتائی۔ اسما کمرے میں ہی چلی آئی...... پہلے ہادی کے کپڑے نکالے پھر اس کے لیے کھانا گرم کرنے کچن میں آگئی۔

جب وہ کھانا ٹرے میں سجا کر دوبارہ کمرے میں آئی تب تک ہادی کمبل میں دبک چکا تھا۔ موبائل آن تھا

اور گیم کھیلی جا رہی تھی۔ سردی کی شدت سے ہادی کے دانت بج رہے تھے۔ ہونٹ نیلے تھے اور گال انتہائی سرخ...... اسما کچھ سوچ کر دوبارہ باہر آئی۔ آتش دان میں لکڑیاں ابھی تک سلگ رہی تھیں۔ اس نے کوئلے نکال کر انگیٹھی میں بھرے اور اٹھا کر اندر لے آئی لیکن یہ کوئلے ایسے دم والے نہیں تھے...... لکڑیاں سلگ، سلگ کر راکھ بن چکی تھیں۔ وہ بجھی راکھ سے چنگاریاں نکال لائی تھی۔ ہادی نے دیکھ کر نفی میں سر ہلایا۔

”یہ تو بجھ گئے۔“ اس کا انداز مایوسانہ تھا۔ اسما ساتھ لائی پھونکنی سے پھونک مار، مار کر کوئلوں کو تپانے لگی۔

”پھونک ماروں گی تو جل اٹھیں گے۔“ اس نے بیچ میں پھونکوں کا شغل ترک کر کے بتایا۔

”تمہاری پھونک میں ایسا کمال ہے؟“ ہادی کو اس کی بچکانہ ادا پر ہنسی آگئی۔ وہ بجھی راکھ میں پھونکیں مار، مار کر گرد اڑا رہی تھی۔ ننھے ذرے کمرے میں اڑنے لگے تھے۔

”ہاں دیکھیے گا ذرا...... ابھی سارے کوئلے تپ جائیں گے...... میں نے پہلے بھی یہ تجربہ کیا ہے۔“ وہ اپنے کمالات بتا رہی تھی۔ ہادی نے سمجھ کر سر ہلایا۔ یعنی تسلیم کر لیا۔

”لیکن کوئلے تپانے سے کیا فائدہ ہوگا؟“ اب وہ بڑی دلچسپی سے پوچھ رہا تھا۔ اسما اپنے شغل کو جاری رکھتے ہوئے لمحہ بھر کے لیے رکی...... وہ موبائل سے نظریں ہٹائے اس کی طرف متوجہ تھا۔

”فائدہ؟ فائدہ ہی تو ہوگا، کمرا گرم ہو جائے گا، حرارت بڑھے گی تو آپ کو سردی نہیں لگے گی۔“ وہ سادگی سے پھونکیں مارتی فائدے بتا رہی تھی۔

”اس کے علاوہ کوئی اور اچھے اور قابلِ توجہ فوائد......؟“ ہادی لبوں پر مسکراہٹ سمیٹ کر کہنی کے بل تھوڑا اونچا ہوا تھا۔ یوں کہ نیچے بیٹھی اسما اسے اب واضح نظر آ رہی تھی۔

”اس سے بہتر کون سا فائدہ ہو سکتا ہے؟ آپ کی سردی کم ہوگی۔ آپ کو طمانیت محسوس ہوگی، ٹھنڈک کا اثر زائل ہو جائے گا۔“ اسما نے نگاہ اٹھا کر تعجب سے بات مکمل کی...... پھر فوراً ہی پلکیں جھکا لیں۔ جانے وہ کن نظروں سے غور و فکر فرما رہا تھا۔ اسما کو عجیب سی جھجک محسوس ہوئی۔

”یعنی کہ تم چاہتی ہو، میں ”گرم“ ہو جاؤں؟“ وہ کراؤن سے ٹیک لگا کے بیٹھا تھا۔ جھک کر تھوڑا مزید آگے ہوا۔ یوں کہ اسما اور اس کے درمیان میں بس انگیٹھی کا فاصلہ بچا تھا۔

یہ کیا سوال تھا؟ معنی خیز سا......؟ کچھ ابھارتا تھا۔ واضح کرتا، احساس دلاتا۔ اسما دم بخود رہ گئی تھی۔ وہ اس کی بات کا کیا مطلب اخذ کرتی؟ کیا جواب دیتی؟ وہ بھونچکی سی متعجب نگاہوں سے ہادی کو دیکھتی رہی...... وہ جواب لینے کے لیے مزید آگے ہوا۔ یعنی جواب کے بغیر ٹلنے والا نہیں تھا۔

”ٹھنڈک میں ہر ”ہوش مند“ انسان گرم رہنا چاہتا ہے۔“ اسما نے سارا زور ”ہوش مند“ پہ ڈالا تھا۔ ہادی کے لبوں پہ مسکراہٹ مچل اٹھی۔ اسے اسما سے بات کرتے میں لطف آیا۔ پہلی مرتبہ طنز و طعنے کے علاوہ عام سی سادہ گفتگو چل رہی تھی۔ جو اتنی سادہ بھی نہیں تھی۔

”تم مجھے کوئی بے ہوش انسان سمجھتی ہو؟“ ہادی نے نچلا لب دانتوں تلے دبا کر مسکراہٹ پھر سے ضبط کی تھی۔

”لگتا تو یہی ہے۔“ اسما نے اس کی بات کو ٹالتے ہوئے سرسری انداز اپنایا۔

”ویسے ”ہوش“ میں تو آہستہ، آہستہ میں آ رہا ہوں۔“ اس نے ایک مرتبہ پھر معنی خیزیت کی فضا بحال کر لی تھی۔ اسما کچھ چونک سی گئی...... اس کی بات کا کیا مفہوم تھا؟ یعنی وہ اپنے رویے کو بدلنا چاہتا تھا؟ جو بے ترتیبی اس نے از خود پھیلا رکھی تھی، اسے سمیٹنا چاہتا تھا۔ ترتیب دینا چاہتا تھا؟ کیا وہ فاصلوں کو پاٹنا چاہتا تھا۔ اپنے اور اسما کے درمیان موجود خلیج کو ختم کرنا چاہتا تھا؟

اسما کا دل بے اندازہ ہی دھڑک اٹھا...... کیا ہادی

کی بدگمانی ختم ہورہی تھی؟ اسما کا صبر آخر رنگ لے آیا تھا؟ کیا ہادی اسے اپنانا چاہتا تھا؟ اس کا دھڑکتا دل بھر، بھر آرہا تھا۔ اندر کہیں دل کی ویران نگری میں صبحِ نو کے شگوفے کھل رہے تھے...... جیسے ساحلوں پہ پھول بکھر رہے تھے۔ اور ہادی ان ساحلوں سے پھول چنتا اس کے حواس گم کررہا تھا۔

''میں ''گرم'' ہوا تو درجۂ حرارت بڑھ جائے گا...... میری گرمی سہہ لوگی؟'' ہادی اسے خاموش سوچوں میں مگن دیکھ کر واپس موضوع کی طرف لے آیا، اسما جیسے ہڑبڑا سی گئی۔ یہ ہادی کو آج کیا ہورہا تھا؟ یہ پٹری سے کیوں اتر رہا تھا؟ یہ باتوں سے بہلانا چاہتا تھا یا آزمانا چاہتا تھا؟ یا اللہ! یہ ماجرا کیا تھا؟ ہادی اور اتنا مہربان......؟ انتہائی نرم گفتاری سے بات کرتا ہوا اور بار، بار مسکراہٹوں کے تیر پھینک کر قتل کرنے کی کوشش کرتا ہوا......

''آپ کی بات کا کیا مفہوم بنتا ہے؟'' اسما نے بہ مشکل اپنے دھڑکتے دل کی دھڑکنوں کو ہموار کرتے ہوئے پوچھا۔ ہادی اسے اب بھی پُرتپش نظروں سے دیکھ رہا تھا...... اور اس کی نگاہوں کا اثر اسما کی ہتھیلیوں میں اتر رہا تھا۔

''یعنی مفہوم بھی میں بتاؤں؟ کیا تم خود سمجھ نہیں سکتیں؟'' وہ معنی خیزی سے گمبھیر لہجے میں اسما کے حواسوں پر بجلیاں گراتا ہوا بولا۔ اسما کے لیے اپنے حواس ٹھکانے پر رکھنے محال ہوگئے۔

کیا وہ ایک مرتبہ پھر اس کا مذاق اڑانا چاہتا تھا؟ اپنی مہربانی کے پھول نچھاور کرکے آخر میں اسے ذلیل کردینا چاہتا تھا ہمیشہ کی طرح......؟ اسما کو گزشتہ منظر بھولے نہیں تھے اور وہ ہر دفعہ اس کی لچھے دار باتوں میں الجھ کر حقیقت سمجھ جاتی تھی۔ جیسے وہ اس کی خدمت گزاری، محبت اور حسنِ عمل سے اس کی طرف پلٹ آیا ہو۔

کیا یہ پہلے کی طرح کوئی سوانگ (بہروپ) تھا یا حقیقت......؟ وہ اسے بے بس کرکے مذاق اڑانا چاہتا تھا۔

''میں کیا کہوں؟ میرے پلے آپ کی کوئی بات نہیں پڑ رہی......'' اس کے لہجے میں بیچارگی اتر آئی۔

''میری سمجھ کے قریب، قریب بھی آپ کی کوئی بات نہیں پھٹک رہی۔'' اس کی لاچاری کا کوئی انت نہیں تھا...... ہادی نے بڑی بھرپور نگاہ سے اسما کا چہرہ دیکھا۔ سانولے رنگ میں سرخیاں گھل رہی تھیں۔ یہ کمرے کی حرارت کا اثر تھا۔ یا ہادی کی باتوں کا؟ اس کا چہرہ بے پناہ تپ رہا تھا۔ اطراف میں گھنگرالے بالوں کی لٹیں گر رہی تھیں، جنہیں وہ بار، بار کانوں کے پیچھے اڑستی تھی۔ وہ اپنی حیا اور جھجک کے پردے میں بڑی باکمال لگ رہی تھی۔ انتہائی دل آویز...... انتہائی دلنشین، سادگی، وقار اور حیا کا مرقع......

ہادی نے دلچسپی کے سارے لوازمات کے ساتھ اسما کے چہرے کو نگاہوں کی قید میں جکڑ اتھا۔ وہ اسے ایک ٹک دیکھ رہا تھا۔ انتہائی فرصت اور رغبت سے اس کے گالوں کی سرخی ہادی کو مقناطیس کی طرح باعثِ کشش لگ رہی تھی۔ اس کی اٹھتی گرتی پلکوں کی نزاکت اور حیا میں لپٹی گھبراہٹ اور جھجک اس کا ''درجۂ حرارت'' بڑھا رہی تھی۔ وہ مدہوش سا بے قابو ہوتا تھوڑا اور آگے کو جھکا۔

''جب قریب آؤ گی تو ہر بات تمہاری سمجھ کے خود بہ خود قریب پھٹک جائے گی۔'' ہادی کا لہجہ رواں اور نرم تھا۔ اسما کو جیسے غش آنے لگا۔

''قریب آؤ تو تمہیں سمجھاؤں...... تمہاری ''سمجھ'' کی برین واشنگ کروں...... تمہاری سمجھ کو عقل سکھاؤں۔'' وہ سابقہ انداز میں خواب آگیں تاثر سے کہہ رہا تھا۔ اسما جیسے بے ہوش ہوتے، ہوتے بچی تھی۔

''کک...... کیسے؟'' اسما کا اعتماد طوطوں کی طرح پھر سے اڑ چکا تھا۔ ہادی نے اس کا بے حواس انداز ملاحظہ اور اور پھر کمبل تھوڑا سا ہٹا کر پیچھے کھسکتے ہوئے اپنی طرف اشارہ کیا۔

''اِدھر آؤ......''

''کیا......'' اسما پسینے، پسینے ہوگئی...... اسے اپنی سانس رکتی ہوئی محسوس ہوئی۔ ہادی نے بازو دراز کر

کے اپنا ہاتھ پھیلا دیا۔ انگیٹھی کے اوپر اس کا ہاتھ پھیلا تھا۔ اور اسما بس چکرانے کے قریب، قریب پہنچ چکی تھی۔ ہادی کا ہاتھ جوں کا توں تھا۔

''آؤ ناں اسما! یہاں آؤ......'' ایک نرم گرم سی درخواست تھی یا ایک محبت بھری درخواست...... اسما کو جیسے کرنٹ لگا، وہ تھوڑا پیچھے کی طرف کھسک گئی۔

''ہادی! آپ کی طبیعت تو ٹھیک ہے۔'' اسما کا دل بھر آیا۔ جو پہلا احساس اس پیش رفت کے بعد ابھرا تھا، وہ تذلیل کا احساس تھا۔ کیا ہادی اس کا مذاق اڑانے والا تھا؟ اسما کے اندر کانچ سے ٹوٹنے لگے۔

''ٹھیک کہاں ہے؟ کیا تمہیں ٹھیک دکھائی دے رہی ہے؟ مجھے ایک سو ستائیس ڈگری بخار چڑھ رہا ہے اور تم ایسی طبیب ہو جسے مسیحائی تو بہت دور، مرض سمجھنا بھی نہیں آرہا۔'' ہادی نے معنی خیزی کی حد کرتے ہوئے اس کے حواس گم کر دیے...... وہ کیا چاہتا تھا؟ کس چیز کی تمنا رکھتا تھا؟ کون سی خواہش اسے اکسا رہی تھی؟ اسما نادان بچی نہیں تھی جو سمجھ نہیں پاتی۔ وہ اس کی درخواست کو ہر طریقے سے جانچ نہیں پا رہی تھی۔ آیا یہ وقتی ماحول کا اثر تھا؟ لمحاتی خواہش کی شوریدہ سری تھی یا وہ اندر سے ہر بدگمانی کی جڑوں کو اکھاڑ کر اسما کی طرف سے دل صاف کیے اس کی طرف پلٹ آیا تھا؟

اگر ایسا تھا تو اسما پہ آج مبارک ہادی کا فیضان ہو گیا تھا۔

''ہادی! پلیز......'' اسما نے آنکھیں میچ لیں...... ''اور کتنی اداکاری کریں گے؟ یہاں پر آپ کے گھر والے نہیں...... جنہیں سب اچھا دکھانا مقصود ہو۔'' وہ شدتِ ضبط سے کراہ اٹھی۔

''ڈفر، گدھی، میں گھر والوں کے سامنے اتنا رومینٹک ہونا افورڈ نہیں کر سکتا۔ میں اتنا دیدہ دلیر یا دوسرے معنوں میں اتنا بے شرم نہیں ہوں۔'' ہادی نے مسکرا کر جیسے اس کی عقل پر چوٹ کی تھی۔ حد تھی، اتنے رومینٹک ماحول میں وہ گھر والوں کو اٹھا کر لے آئی تھی۔ بھلا اتنی رومینٹک سچویشن گھر والوں کے سامنے کری ایٹ کی جا سکتی تھی۔

''تو پھر اس مذاق کو بند کریں خدارا......'' اس کے اشک گرنے کو بے تاب تھے اور وہ بہ مشکل خود پر قابو پا کر بول رہی تھی۔

''یہ مذاق کہاں ہے؟ یہ واضح سچائی ہے اسما! کیا تم نہیں سمجھتیں؟ میرے پاس آؤ یہاں......؟'' ہادی کا اصرار اسما کو بے یقینی کے ساحلوں سے کھینچ کر یقین کی حدوں تک لے آیا تھا...... وہ دھڑکتے دل کے ساتھ اپنی جگہ سے اٹھی اور ہادی کے قریب آگئی۔ اس نے کچھ اور پیچھے کی طرف کھسک کر اسما کے لیے جگہ بنائی۔ یوں کہ ہادی نیم دراز تھا اور اسما بیڈ سے نیچے پاؤں لٹکا کر اپنی گود میں ہاتھ دھرے سر جھکائے بیٹھی تھی۔

ہادی نے اس کا نرم اور پُرحرارت ہاتھ پکڑ لیا۔ اس کے لمس نے اسما کے اندر تہلکہ مچاتی دھڑکنوں میں کچھ اور طغیانی بھری۔ اس کا لمس اسما کی ہتھیلیوں میں بول رہا تھا۔ وہ انتہائی نروس تھی اور ہادی انتہا کا...... پُراعتماد اور پُرجوش......

وہ اب بہت قریب سے اسما کے نین نقش دیکھ سکتا تھا۔ اس کا چہرہ پڑھ سکتا تھا۔ اس کی چھلکتی حیا کی خوب صورتی کو محسوس کر سکتا تھا۔ ہادی کی آنکھوں میں خمار بھرنے لگا۔ جذبوں کا دریا چڑھنے لگا۔

''تم میرا بہت خیال رکھتی ہو ناں اسما! مجھ سے محبت کرتی ہو ناں اسما......'' اس نے اسما کے ہاتھ پر اپنا دوسرا ہاتھ بھی رکھ دیا۔ اس کے ہاتھ سرد تھے۔ اسما کے ہاتھ گرم تھے۔ وہ لاشعوری طور پر اپنے ہاتھوں کو اسما کے ہاتھ کی گرمائش سے حرارت دے رہا تھا۔ اسما اس کے سوال پر مہر بہ لب اور ساکت تھی۔ وہ اسے کیا جواب دیتی؟ کیا ہاں......؟ لیکن شرم اور حیا اسے پابند کر رہی تھی۔ ورنہ دل تو جیسے ازل سے ہادی عبدل زئی کی پابوسی یعنی قدم بوسی کے لیے بے قرار تھا۔ محبت ایسا ہی بے اختیار جذبہ ہے۔ یہ لاچار ہوتی بھی ہے لاچار کرتی بھی ہے۔ خوار ہوتی بھی ہے، خوار کرتی بھی ہے، ذلیل ہوتی بھی ہے، ذلیل کرتی بھی ہے۔ اور سرخرو

ہوتی بھی ہے اور کرتی بھی ہے۔ لیکن اسما کو اب تک محض خوار ہی کر رہی تھی۔ سرخروئی کا تو نام و نشان بھی نہیں تھا۔

"بتاؤ ناں اسما! مجھ سے محبت کرتی ہو؟ میرا خیال کس لیے رکھتی ہو؟ میرے برے رویے کے باوجود، کیا میری محبت اور التفات پانے کے لیے؟" ہادی کا نرم لہجہ اسما کے فگار دل پر پھوار کے مانند برس رہا تھا۔ اس نے گہری سانس بھر کے دھیمی آواز میں اقرار کیا۔

"جی......"

"کیوں......؟" ایک اور تعجب میں ڈالنے والا سوال۔

"ہر عورت کی طرح میری بھی خواہش ہے، میرا شوہر مجھے چاہے، مجھ سے محبت کرے، کیا یہ خواہش بے جا ہے......؟" اس کا اعتماد دھیرے، دھیرے لوٹ رہا تھا۔ وہ پلکیں جھکا کر کہہ رہی تھی۔ ہادی کی طرف براہِ راست دیکھنے سے گریزاں تھی...... کیونکہ وہ جانتی تھی کہ ہادی اسی کی طرف متوجہ ہے۔

"تم محبت کو ڈیزرو کرتی ہو؟" اس نے ایک اور دل ادھیڑتا سوال کر ڈالا تھا۔ اسما نے پلکوں کی چلمن بڑے دکھ سے اٹھائی...... پھر اس نے زخمی نگاہ سے ہادی کی طرف دیکھا۔

"کیا میں محبت ڈیزرو کرنے کے لائق نہیں؟" اسما نے جلتی نظر سے ہر منظر کو پس منظر بنتے دیکھا تھا...... ہادی اپنے حال میں لوٹ رہا تھا۔ اپنے اصل کی طرف آ رہا تھا۔ اسما کی بدقسمتی کا پھیر ایسا نہیں تھا جو کسی سمت چلا جاتا۔

"اگر میں کہوں، نہیں تو؟" ہادی نے لب بھینچ کر کہا۔

"پھر میرا سوال ہوگا کہ مجھے یوں اپنے پاس، اپنے پہلو میں بٹھانے کے لیے کیوں بلایا ہے؟ میری توہین کرنے کے لیے؟ میری تذلیل کے لیے؟" اس کا لفظ، لفظ غم میں بہہ رہا تھا۔ مارے ذلت کے اس کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا رہا تھا۔ وہ شدید بے بسی کے احساس تلے کراہ رہی تھی۔ اور ہادی اسے ٹٹولتی نگاہ سے جانچ رہا تھا۔ اس کے تاثرات ہادی کو بوکھلانے کے لیے کافی تھے۔ لیکن اس نے خود پر ایک بے نیازی کا خول چڑھا لیا تھا۔

"صرف یہ بتانے کے لیے کہ خاصی بے وقوف ہو تم۔" ہادی نے بوکھلاہٹ میں وہی کیا جو وہ ہمیشہ سے کرتا آ رہا تھا۔ "بلکہ یہ بھی جانچنے کے لیے کہ تم کتنی عقل مند ہو؟"

"تو کیا ہو گئی تسلی......؟" اسما نے زخمی انداز میں ذلت و بے بسی کے شکنجے میں پھڑپھڑاتے ہوئے پوچھا اور بڑی سہولت کے ساتھ سنبھلتے ہوئے اٹھ گئی اور ہادی نے اپنا سر بے ساختہ تھام لیا۔ وہ چاہتا کچھ تھا ہو کچھ جاتا تھا۔

"تسلی کرو گی تو ہو گی ناں......" وہ ساری بازی ہاتھ سے نکلتے دیکھ کر خود پر لعنت ڈالتا دھپ، دھپ کرتا باہر نکل گیا تھا اور اسما ہکا بکا سی اسے باہر نکلتا دیکھتی رہ گئی۔

اسے ہادی کا غصے میں باہر نکلنا سمجھ نہیں آیا تھا۔ اس کو پاس بلا کر بے عزت کر کے تن فن کرنے کا مقصد بھلا کیا تھا؟ یعنی چت بھی اس کی پٹ بھی اس کی۔

وہ الٹا چور بنا...... ہر بات میں خود کو حق بجانب سمجھتا تھا۔ لڑتا بھی خود تھا، غصہ بھی خود کرتا تھا۔ طنز کے تیر بھی چلاتا تھا۔ زہر بھی اگلتا تھا، بھڑاس بھی نکالتا تھا۔ تیور بھی دکھاتا تھا، تذلیل بھی کرتا تھا۔ مہربان بھی ہوتا تھا، جان بھی بن جاتا تھا۔ بلائے جان بھی بن جاتا تھا۔ اور پھر ناراض بھی خود ہی ہو جاتا تھا۔ اور شاید اس بات کی توقع بھی رکھتا تھا کہ وہ "بلاوجہ" روٹھتا رہے۔ اسما بلاوجہ مناتی رہے۔

ہادی کیا واقعی اصل حقیقت جان چکا تھا یا لمحہ، لمحہ اسما کو اذیت دینا اسے سکون دیتا تھا۔ اب دونوں کے بیچ تناؤ کیا صورت اختیار کرے گا۔ کیا اسما واپس چلی جائے گی یا ہادی گھر والوں کے دباؤ میں آکر اسے قبول کر لے گا۔ یہ سب جاننے کے لیے پڑھیے ماہ اگست میں اس ناول کا آخری حصہ